متفرق مضامین

1	حیاتِ طیبہ کے اہم سنگِ میل	۲ صفحات
2	حضورِ اکرمؐ کا شجرۂ نسب	۱ صفحہ
3	حضرت اُمِ ایمن	۱ صفحہ
4	کبیسہ اور نسی	۱ صفحہ
5	رمضان المبارک، اور قیام اللیّل	۲ صفحات
6	قرآنِ حکیم، داعیِ امن	۱ صفحہ
7	تعلیم القرآن کی اہمیت	۲ صفحات
8	مرزا غلام احمد قادیانی	۱ صفحہ
9	The end of Tolerance	۱ صفحہ
10	مسلمان سائنسدان	۲ صفحات
11	ایران کی تاریخ کا طائرانہ جائزہ	۲ صفحہ
12	ریڈکلِف باونڈری کمشن ایوارڈ	۲ صفحات
13	پاکستان میں بزرگوں کے مسائل	۲ صفحات
14	فکرِ اقبال پر ان کے عہد کے اثرات	۱ صفحہ
15	تقریبِ الحاق میں خطبۂ استقبالیہ	۲ صفحات
16	جنگِ ستمبر	۲ صفحات
17	وکی لیکس	۱ صفحہ
18	یمن	۱ صفحہ
19	امام حسینؑ کا شاعرانہ کلام	۲ صفحات
20	فارسی کے چند اشعار	۱ صفحہ
21	اقبال کا دوسرا خطبہ، ڈاکٹر اعوان کی کتاب پر تبصرہ	۱ صفحہ
22	اقوالِ مولانا روم	۲ صفحات
23	واہیات فلم Innocence of Muslims	۲ صفحات
24	دو قومی نظریہ	۲ صفحات
25	بالی ۔ انشائیہ	۱ صفحہ
26	ماں ۔ نظم	۱ صفحہ
27	گڑیا۔ نظم	۱ صفحہ
28	ہری اوم	۱ صفحہ
29	قذافی	۱ صفحہ
30	کیا ایک ہی علامہ کافی تھے	۱ صفحہ
31	پاک امریکہ تعلقات	۱ صفحہ
32	Old Parent	۱ صفحہ
33	Nuclear Fusion	۱ صفحہ

محمد بشیر ہرل

حیاتِ طیبہؐ کے اہم سنگِ میل۔ مرحلہ وار، تاریخ وار

بہ سلسلہ عید میلاد النبی ۱۴۳۲ھ

یہ گوشوارہ اکابر کی مرتب کردہ سیرۃ النبیؐ کی بلند پایہ اور مصدقہ کتب سے اخذ کیا گیا ہے

محمد بشیر ہرل۔ (0333-6517766)

شمار	واقعہ	بہ عمر	دن	تاریخ	ماہ	سنہ	عیسوی تاریخ	کیفیت
۱	ولادت باسعادت (بعد از صبح صادق)	-	سوموار	۹ یا ۱۲	ربیع الاول	عام الفیل	۲۲/۲۰ اپریل ۵۷۱ء	ہاتھی والوں (ابرہہ) کے حملہ کے ۵۰ دن بعد
۲	عقیقہ	-	اتوار	۱۶	ربیع الاول	عام الفیل	۲۹ اپریل ۵۷۱ء	دادا جان نے قربانی اور دعوت کی
۳	دائی حلیمہ سے واپس والدہ کے پاس آ گئے	۴					۵۷۵ء	دو برس والدہ کی گود میں رہے
۴	والدہ ماجدہ، حضرت آمنہ کا انتقال	۶					۵۷۷ء	اور دادا جان نے سنبھال لیا
۵	دادا، حضرت عبدالمطلب کا انتقال	۸					۵۷۹ء	چچا ابوطالب نے پرورش سنبھال لی
۶	اولین سفرِ تجارت	۱۲					۵۸۳ء	چچا ابوطالب کے ساتھ
۷	حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح ہوا	۲۵					۵۹۶ء	خدیجۃ الکبریٰ کی عمر ۴۰ سال تھی
۸	انجمن برائے امن وحقوق قائم فرمائی	۳۳	-	-	-	-	-	آپ نے یہ انجمن قائم فرمائی
۹	حجرِ اسود کی تنصیب کا واقعہ	۳۵					حرم کی تعمیرِ نو کے وقت	اسطرح ایک بڑی لڑائی ٹل گئی
۱۰	کبھی کبھی روشنی اور چمک نظر آنا شروع ہوئی						بعثت سے پہلے سالوں میں	لیکن کوئی آواز یا شکل نہ ہوتی
۱۱	بعثتِ نبوت۔ پہلی وحی	۴۰	سوموار	۹	ربیع الاول	۱ نبوی	۱۲ فروری ۶۱۰ء	
۱۲	نمازِ فجر وعصر فرض ہوئی	۴۰	سوموار	۹	ربیع الاول	۱ نبوی	۱۲ فروری ۶۱۰ء	
۱۳	آغاز نزولِ قرآن مجید	۴۰	بدھ	۱۷	رمضان	۱ نبوی	۱۲ اگست ۶۱۰ء	
۱۴	صحابہ کی حبشہ کو ہجرت	۴۵		۱۷	رجب	۵ نبوی	اپریل ۶۱۴ء	
۱۵	حضرت حمزہ اور حضرت عمر کا قبولِ اسلام	۴۶				۶ نبوی		پہلے حضرت حمزہ، ۳ دن بعد حضرت عمر
۱۶	بنو ہاشم شعبِ ابی طالب میں محصور رہے	۴۷۔۴۹	منگل	۱	محرم	۷ نبوی	۳۰ ستمبر ۶۱۵ء	بائیکاٹ کی وجہ سے ۳ سال گھاٹی میں محصور رہے
۱۷	وفات حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب	۵۰				۱۰ نبوی	۶۱۹ء	اسی لئے یہ سال عام الحزن کہلایا
۱۸	حضرت سودہ سے نکاح	۵۰				۱۰ نبوی	۶۱۹ء	آپ بیوہ خاتون تھیں۔ عمر ۳۰ سال
۱۹	سفرِ طائف	۵۰			جمادی الثانی	۱۰ نبوی	فروری ۶۱۹ء	
۲۰	معراج اور پانچ نمازوں کی فرضیت	۵۰	سوموار	۲۶	رجب	۱۰ نبوی	۱۹ مارچ ۶۱۹ء	
۲۱	حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکر سے نکاح	۵۰				۱۰ نبوی	کنواری لیکن کم عمر تھیں۔	رخصتی ۳ سال بعد، مدینہ جا کر ہوئی
۲۲	پہلی بیعتِ عقبہ (مدینہ والوں کے ساتھ)	۵۲			ذی الحج	۱۲ نبوی	جولائی ۶۲۱ء	
۲۳	دوسری بیعتِ عقبہ	۵۳			ذی الحج	۱۳ نبوی	جون ۶۲۲ء	
۲۴	مکہ سے ہجرت اور غارِ ثور میں داخلہ	۵۴	جمعرات	۲۷	صفر	۱۴ نبوی	۱۲ ستمبر ۶۲۲ء	
۲۵	مدینہ طیبہ میں داخلہ	۵۴	سوموار	۲۳	ربیع الاول	۱ ھ	۴ اکتوبر ۶۲۲ء	
۲۶	بنیادِ مسجد نبوی	۵۴	سوموار		ربیع الاول	۱ ھ	اکتوبر ۲۲۶ء	
۲۷	پہلی باجماعت نمازِ جمعہ، ہمراہ ۱۰۰ صحابہ	۵۴	جمعہ	۲۷	ربیع الاول	۱ ھ	۸ اکتوبر ۶۲۲ء	
۲۸	ظہر، عصر، عشاء کی نمازوں میں اضافہ	۵۴			ربیع الثانی	۱ ھ	اکتوبر ۶۲۲ء	رکعتوں میں اضافہ
۲۹	حضرت حفصہؓ بنت عمر سے نکاح	۵۵				۲ ھ		آپ بیوہ تھیں۔ عمر ۱۸ سال تھی
۳۰	زکوٰۃ فرض ہوئی	۵۵			رمضان	۲ ھ	فروری ۶۲۴ء	

شمار	واقعہ	بہ عمر	دن	تاریخ	ماہ	سن	عیسوی تاریخ	کیفیت
۳۱	اذان شروع ہوئی	۵۵				۲ھ		
۳۲	تحویل قبلہ۔ بیت المقدس کی بجائے خانہء کعبہ	۵۵	ہفتہ	۱۵	شعبان	۲ ھ	۱۰ فروری ۶۲۴ء	نماز کے دوران حکم نازل ہوا اور رخ پھیر لیا گیا
۳۳	فرضیت کے بعد رمضان کا پہلا روزہ	۵۵	اتوار	۱	رمضان	۲ ھ	۲۶ فروری ۶۲۴ء	
۳۴	جہاد فرض ہوا	۵۵			رمضان	۲ ھ	فروری ۶۲۴ء	
۳۵	جنگ بدر کا دن	۵۵	منگل	۱۷	رمضان	۲ ھ	۱۳ مارچ ۶۲۴ء	حملہ آور گیارہ سو تھے اور مسلمان 313
۳۶	شراب کی حرمت	۵۶				۳ ھ	۶۲۵ء	
۳۷	حضرت زینب ام المساکین سے نکاح	۵۶				۳ ھ	دو سال بعد فوت ہو گئیں	آپ بیوہ خاتون تھیں۔ عمر ۳۰ سال
۳۸	جنگِ احد	۵۶	ہفتہ	۷	شوال	۳ھ	۶۲۵ء	حملہ آور پانچ ہزار تھے اور مسلمان 700
۳۹	حکمِ حجاب نساء	۵۷	جمعہ	۱	ذی قعدہ	۴ ھ	۴ اپریل ۶۲۶ء	
۴۰	حضرت ام سلمہ سے نکاح	۵۷				۴ ھ	سب ازواج کے بعد وفات	آپ بیوہ خاتون تھیں۔ عمر ۲۹ سال
۴۱	بنو نضیر کی مدینہ بدری	۵۷				۴ھ		
۴۲	جنگِ احزاب اور بنو قریظہ کا قتل	۵۸			ذی قعد	۵ھ		حملہ آور دس ہزار تھے
۴۳	حضرت زینب بنت جحش سے نکاح	۵۸				۵ ھ	سب سے پہلے فوت ہوئیں	آپ نے پہلے شوہر سے طلاق لی تھی، عمر ۳۸ سال
۴۴	حضرت جویریہؓ سے نکاح	۵۸				۵ھ		آپ بیوہ خاتون تھیں۔ عمر ۲۰ سال
۴۵	صلح حدیبیہ	۵۹				۶ھ		
۴۶	حضرت ریحانہؓ سے نکاح	۵۹				۶ھ	کچھ مورخین باندی سمجھتے ہیں	آپ مطلقہ تھیں، عمر ۲۰ سال تھی
۴۷	حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان سے نکاح	۵۹				۶ھ	مولینا تھانوی ۴ھ کہتے ہیں	بیوہ تھیں، عمر ۳۵ برس تھی۔
۴۸	سلاطین عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط	۶۰	بدھ	یکم	محرم	۷ ھ	۱۱ مئی ۶۲۸ء	
۴۹	حضرت ماریہ قبطیہ سے نکاح	۵۹				۷ھ	مصر کے بادشاہ نے بھجوائی تھیں	کنواری تھیں۔ عمر ۲۰ سال۔ مورخ باندی کہتے ہیں
۵۰	جنگِ خیبر	۶۰				۷ھ		
۵۱	حضرت صفیہؓ بنت حیی سے نکاح	۶۰				۷ھ		آپ بیوہ تھیں، عمر ۱۷ سال تھی
۵۲	حضرت میمونہؓ سے نکاح	۶۰				۷ھ		آپ بیوہ تھیں، عمر ۲۷ سال تھی
۵۳	فتح مکہ	۶۱	بدھ	۲۰	رمضان	۸ ھ	۱۰ جنوری ۶۳۰ء	
۵۴	جنگِ حنین	۶۱			شوال	۸ھ		مسلمان لشکر 12000 تھا
۵۵	فرضیتِ حج	۶۲				۹ ھ	جنوری ۶۳۱ء	
۵۶	اولین حج، جو صدیق اکبر کی قیادت میں ہوا	۶۲	سوموار	۹	ذی الحج	۹ ھ	۱۸ مارچ ۶۳۱ء	
۵۷	رسول اللہ کا حجۃ الوداع اور آخری خطبہ	۶۳	جمعہ	۹	ذی الحج	۱۰ ھ	۶ مارچ ۶۳۲ء	مسلمان بمع رکاب 124000
۵۸	ابتدائے مرض نبوی	۶۳	سوموار	۲۹	صفر	۱۱ ھ	۲۴ مئی ۶۳۲ء	
۵۹	وفاتِ نبویؐ	۶۳	سوموار	۱۲	ربیع الاوّل	۱۱ھ	۶ جون ۶۳۲ء	
۶۰	تدفین پیکرِ اطہرؐ	۶۳	منگل بوقت شام	۱۳	ربیع الاوّل	۱۱ ھ	۷ جون ۶۳۲ء	اسطرح ۶۳ سال 4 دن عمر پائی

(نوٹ) اکثر محققین متفق ہیں کہ دلو ہ مسعود بروز سوموار ہوا۔ جو ۹ ربیع الاول کو بنتا ہے ۱۲ کو نہیں۔ "الرحیق المختوم" صفحہ ۸۳، رحمۃ اللعالمین" صفحہ ۶۲ اور "سیرۃ النبی" صفحہ ۱۱۸ میں یہی تاریخ درج ہے۔ البتہ مشہور ۱۲ ربیع الاول ہے۔ اسی طرح یوم وفات سوموار پر سب متفق ہیں اور ۱۲ ربیع الاول معروف ہے، علامہ منصور پوری نے "رحمۃ اللعالمین" صفحہ ۳۳۸ اور مولینا مبارک پوری نے "الرحیق المختوم" صفحہ ۸۳ پر ۱۲ ربیع الاول ہی تحریر فرمائی ہے۔ لیکن سید سلیمان ندوی اور علامہ شبلی نعمانی نے شہرہء آفاق "سیرۃ النبی" میں صفحہ ۴۷۸ پر تفصیلی تحقیق کے بعد یکم ربیع الاول بیان کیا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔** ہمیں علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اور مولینا صفی الرحمان مبارک پوری جیسے بزرگوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ ہماری سہولت کے لیے عام فہم زبان میں یہ ذخیرہ مرتب کر دیا۔

محمد بشیر ہرل ۱۰ فروری ۲۰۱۱ء۔ ۶ ربیع الاوّل ۱۴۳۲ھ

شجرۂ مبارک حضور سرورِ کائنات خاتم الانبیا ﷺ

نبیٔ آخر الزمان حضرت محمد مصطفٰے ﷺ ابولانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں ۔حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ مکہ میں آباد ہوئے جن کی اولاد میں سے قیدار اور بعد میں عدنان بہت مشہور ہوئے آپ ﷺ کا تعلق اسی لڑی سے ہے۔ پہلا حصہ یعنی عدنان تک آپ ﷺ کا نسب نامہ یقینی اور غیر متنازعہ ہے ۔دوسرے حصہ یعنی عدنان سے حضرت اسماعیلؑ تک میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے البتہ اس پر سب متفق ہیں کہ عدنان حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ کی اولاد سے ہی تھے ۔تیسرا حصہ تورات سے لیا گیا ہے، جسے حافظ ابنِ کثیر اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے اور الرحیق المختوم کے مصنف مولانا مبارک پوری نے تحقیق کے بعد سب نام درست قرار دئے ہیں ۔

پہلا حصہ	دوسرا حصہ	دوسرا حصہ	تیسرا حصہ
حضرت محمد ﷺ	عدنان	سنبر	حضرت ابراہیم علیہ سلام
حضرت عبداللہ	اُدد	یثبی	تارح (آزر)
حضرت عبدالمطلب	ہمیسع	یحرن	ناحور
ہاشم	سلامان	یلحن	ساروع (ساروغ)
عبدمناف	عوص	أرعوی	راعو
قُصی (زید)	بوز	عیفی	فالخ
کلاب	قموال	دیشان	عابر
مُرّہ	اُبی	عیصر	شالخ
کعب	عوام	اُفناد	ارفخشد
لُوی	ناشد	أیہام	سام
غالب	حزا	مقصر	حضرت نوح علیہ السلام
فِہر	بلداس	ناحث	لامک
مالک	یدلاف	زارح	متوشلخ
نضر	طابخ	سمی	اخنوع (ادریس علیہ السلام؟)
کنانہ	جاحم	مزی	یرد
خُزیمہ	ناحش	عوضہ	مہلائیل
مُدرکہ	ماخی	عرام	قینان
الیاس	عیفی	قیدار	آنوشہ
مضر	عبقر	حضرت اسماعیل (ذبیح اللہ)	حضرت شیث علیہ السلام
نِزار	عبید	حضرت ابراہیم علیہ السلام	حضرت آدم علیہ السلام
مَعَدّ	الدعا	--	--
عدنان	حمدان	--	واللہ اعلم بالصواب

محمد بشیر ہرل 0333-6517766 ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۶ء

حضرت اُمِ ایمن، ..مادرِ مشفق حضرت اسامہ بن زید بن حارث

اُمِ ایمن حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی حبشی النسل خادمہ تھیں۔ ان کی شادی کے بعد حضرت آمنہ کی خدمت پر مامور رہیں۔ شادی کے دو ہفتہ بعد ہی جب دوران سفر حضرت عبداللہ کی وفات ہوگئی تو یہ اطلاع حضرت آمنہ کو اِنہی نے دی۔ حضورؐ کی ولادت مبارک کے وقت حضرت آمنہ کی خدمت میں یہی موجود تھیں، اور حضرت آمنہ نے نومولود سرورِ کائنات کو ان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تھا کہ اِم ایمن اس کی ماں بن کے رہنا۔ انہوں نے زندگی پھر حضورؐ کی خدمت میں وقت گزارا۔ حضورؐ کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ شادی کے بعد ان کی شادی بنوخزرج کے ایک آدمی عبید ابنِ زید سے ہوئی اور ایک بیٹا ایمن پیدا ہوا جس سے یہ اِم ایمن کی کنیت سے معروف ہوئیں۔ شادی کے جلد بعد ہی ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ طلوعِ اسلام کے بعد اولین اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھیں۔ حضورؐ کے متبنیٰ خادم زید بن حارث کے ساتھ مل کر کفارِ مکہ کی سازشوں پر نگاہ رکھتیں۔ سن ۴ ہجری میں رسول اللہؐ نے مسلمانوں کے اجتماع میں کہا کہ کوئی ہے جو ایک جنتی خاتون سے نکاح کرنا چاہے؟ حضرت زید بن حارث نے کھڑے ہوکر خواہش ظاہر کی تو حضورؐ نے ان کا نکاح کردیا۔ اسطرح حضورؐ کی یہ مخلص خادمہ آپ کے محبوب لے پالک متبنیٰ کی زوجہ بن گئیں۔ اِم ایمن کی عمر اس وقت پچاس برس تھی اور حضرت اسامہ بن زید کی عمر ۲۸ یا ۲۹ برس کے قریب۔ ان دونوں کے ہاں سن ۶ نبوی میں یعنی ہجرت سے سات سال پہلے (۶۱۵ عیسوی میں) حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ اِن کی رنگت حضرت زید کے برعکس اپنی والدہ کی طرح بالکل سیاہ تھی۔ ہجرت کے وقت اسامہ بن زید ۷ برس کے تھے۔ مدینہ میں ناواقف لوگ اِن کی رنگت کی وجہ سے اِن کے حضرت زید بن حارث کا بیٹا ہونے پر حیران ہوتے جن کی رنگت بے حد سفید تھی۔ اسامہ، رسول اللہ کو بے حد عزیز تھے اور محبوب ابنِ محبوب کہلاتے تھے۔ حضرت اِم ایمن تپتے صحرا میں پاپیادہ چل کر سوجے پاؤں کے ساتھ مدینہ پہنچیں تو حضورؐ نے آپکا استقبال ان الفاظ سے فرمایا، اے اِم ایمن، اے میری اماں، آپ کا مقام یقیناً جنت میں ہے۔ مدینہ کے دور میں حضورؐ بالعموم آپ کو امی کہہ کر مخاطب کرتے۔ حضرت زید بن حارث جنگِ موتہ میں شہادت پاگئے، اور جنگِ حنین میں حضرت اسامہ بن زید بھی شہید ہوگئے۔ اِم ایمن نے حضورؐ کی وفات بھی دیکھی، اور تقریباً ۹۰ برس عمر میں حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

محمد بشیر ہل

85

کبیسہ اور نسی

قبل از اسلام رواج تھا کہ ہر تین سال بعد سال میں ایک ماہ کا اضافہ کر کے تیرہ ماہ کا سال کر لیتے اس طریقہ کار کو عربی میں کبیسہ کہتے۔ سال کو عربی میں قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کرنے کے لئے اس میں " کبیسہ " کا ایک مہینہ بڑھا دیتے تھے، تا کہ حج ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتا رہے۔ اور وہ اُن زحمتوں سے بچ جائیں جو قمری حساب کے مطابق مختلف موسموں میں حج کے گردش کرتے رہنے سے پیش آتی ہیں۔ اس کو ہم لیپ کے سال میں فروری کے دنوں میں ایک دن کے اضافہ کی مثال سے سمجھ سکتے ہیں " کبھی کبھی جنگ وجدل اور غارت گری اور خون کے انتقام لینے کی خاطر بھی کسی حرام مہینے کو حلال دے لیتے تھے۔ اور اس کے بدلے میں کسی حلال مہینے کو حرام کر کے حرام مہینوں کی تعداد پوری کر دیتے تھے "اس طریقہ کار کو نسی کہتے تھے۔

۱۰ ہجری میں سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۳۶ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس کو واضح الفاظ میں منسوخ کر دیا جو اس طرح ہیں:

(حقیقت یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد جب سے اللّٰہ نے آسمان او ر زمین کو پیدا کیا ہے اللّٰہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے۔ اور ان میں سے چار مہینے حرام ہیں۔ یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان رکھو کہ اللّٰہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے۔ نسی تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے جس سے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ کسی سال ایک مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام کر دیتے ہیں، تا کہ اللّٰہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی کر دیں اور اللّٰہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لئے خوشنما بنا دئے گئے ہیں، اور اللّٰہ منکرینِ حق کو ہدایت نہیں دیا کرتا)۔

یہی بات حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمائی تھی کہ " انا لزمان قد استدار کھیئۃ یوم خلق اللّٰہ السموات والارض۔ یعنی اس سال حج کا وقت گردش کرتے کرتے ٹھیک اپنی اس تاریخ پر آ گیا ہے جو قدرتی حساب سے اس کی اصل تاریخ ہے "۔ چنانچہ ہم اب ہمیشہ ۹ ذوالحج کو ہی حج کیا کریں گے اور وہ مختلف موسموں میں آیا کرے گا، کبھی سردیوں میں آیا کرے گا، کبھی بہار میں اور کبھی گرمیوں میں۔

نسی کی تنسیخ سے عربوں کی ایک بہت بڑی سہولت ختم ہوگئی، چنانچہ اس پر بہت لے دے ہوئی۔ لیکن خطبہء حجۃ الوداع کے بعد مشرکوں کا زور ختم ہو چکا تھا۔ اور یہ تنسیخ بدستور رہی۔ اب قمری سال یا اسلامی سال ہمیشہ بارہ ماہ کا ہی ہوا کرے گا۔

قمری سال ۳۵۴ دن کا ہونے کی وجہ سے شمسی سال سے ۱۱ دن چھوٹا ہوتا ہے اور یہ فرق چند سالوں بعد بہت زیادہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کی تقلید میں عربوں نے کبیسہ کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔

محمد بشیر ہرل۔ ۲۸ فروری، ۲۰۱۱ء

0333-6517766

۲۱ رمضان المبارک مطابق ۱۲ ستمبر ۲۰۰۹

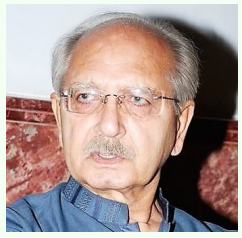

رمضان المبارک، اور قیام اللیّل

محمد بشیر ہرل

اسلام ڈسپلن کا مذہب ہے۔تمام اعمال اور عبادات میں ہمیں نظم وضبط نظر آتا ہے۔ہر سال رمضان المبارک کی آمد سے ہمارے ذہنوں کا زنگ دُھل جاتا ہے۔اور ہمارے اندر ایک مضبوط ملی جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ رمضان قمری سال کا نواں مہینہ ہے اور طلوع اسلام سے قبل ہی اس کا یہی نام چلا آرہا ہے۔اس کے نام کے مختلف مطالب ہیں۔اس کا مادہ ہے۔ر۔م۔ض جیسے رمضہ کا مطلب ہے شدید گرمی۔اس کے معنی اشیائے خوراک کی قلت بھی ہے۔ قرآن پاک میں ہمیں حکم دیا گیا کہ تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلی قوموں پر۔ یہودی ہر سال ،،تشرین،، کے مہینہ میں یوم کپور کو ۲۵ گھنٹے کا روزہ رکھتے ہیں، زیادہ تر وقت اپنی عبادت گاہوں میں گزارتے ہیں اور اپنی غلطیوں پر ندامت اور گریہ وزاری کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اس دن ہر فرد کا اگلے سال کا مقدر لکھ کر سیل کیا جاتا ہے۔ لیلۃ القدر کے بارے ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔نہایت برکت والی اس رات کا صحیح دن کسی کو معلوم نہیں لیکن حنفی عقیدہ کے مطابق ۲۱ سے ۲۹ تک کی طاق راتوں میں سے ایک ہے اور شیعہ عقیدہ کے مطابق ۱۹۔۲۱۔یا ۲۳ رمضان ہے۔ انہیں راتوں میں اعتکاف کی ترغیب ہے تا کہ کچھ لوگ پوری یکسوئی کے ساتھ مطالعہ قرآن میں مشغول رہیں۔ رمضان میں دن بھر کا صبر، برداشت، تحمل بار بار وضو، نماز، صفائی، عاجزی، قیام اللیل، یہ سب ہمیں بدنی اور قلبی پاکیزگی کی راہ پر لے جاتے ہیں۔انسان بہت ناشکرا ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔

تراویح: بہتر ہے کہ متعلقہ موضوع پر علماء کی رائے ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کی جائے۔ چنانچہ تراویح کے متعلق حضرت مولانا مودودی مرحوم کے الفاظ بلا تبصرہ پیش کرتا ہوں۔مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ تراویح کے بارے میں مجھے جو کچھ معلوم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

"نبی ﷺ دوسرے زمانوں کی بہ نسبت رمضان کے زمانے میں قیام اللیل کے لئے زیادہ ترغیب دیا کرتے تھے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز آپ کو بہت محبوب تھی۔صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ رمضان المبارک میں تین رات نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی اور پھر یہ فرما کر اسے چھوڑ دیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے اس سے ثابت ہے کہ تراویح میں جماعت مسنون ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تراویح فرض کے درجہ میں نہیں ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ چاہتے تھے کہ لوگ ایک پسندیدہ سنت کے طور پر تراویح پڑھتے رہیں مگر بالکل فرض کی طرح لازم نہ سمجھ لیں۔

تمام روایات کو جمع کرنے سے جو چیز حقیقت سے قریب تر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضورؐ نے خود جماعت کے ساتھ رمضان میں جو نماز پڑھائی وہ اول وقت تھی نہ کہ آخر وقت میں۔اور وہ آٹھ رکعتیں تھیں نہ کہ بیس۔اگر چہ ایک روایت بیس کی بھی ہے مگر وہ آٹھ والی روایت کی نسبت ضعیف ہے اور یہ کہ لوگ حضورؐ کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد واپس جا کر اپنے طور پر مزید کچھ رکعتیں بھی پڑھتے تھے وہ مزید رکعتیں کتنی ہوتی تھیں اس کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں ملتی لیکن بعد میں جو حضرت عمرؓ نے ۲۰ رکعتیں پڑھنے کا طریقہ رائج کیا اور تمام صحابہؓ نے اس سے اتفاق کیا اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ زائد رکعتیں ۱۲ ہوتی تھیں۔ گھروں میں پڑھتے تھے یا مسجد میں متفرق طور پر چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں پڑھا کرتے تھے۔حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ تھا کہ اسی تفرق کو دور کر کے سب لوگوں کو ایک جماعت میں کی شکل میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا۔اس کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس یہ حجت موجود تھی کہ حضورؐ نے خود تین بار جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی تھی۔اس لئے اس فعل کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔اور چونکہ حضورؐ نے اس سلسلہ کو یہ فرما کر بند کیا تھا کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے اور حضورؐ کے گزر جانے کے بعد اس امر کا اندیشہ باقی نہ رہا تھا کہ کسی فعل سے یہ چیز فرض قرار پا سکے گی۔اس لئے حضرت عمر نے ایک سنت کی حیثیت سے اس کو جاری کر دیا۔یہ حضرت عمر کے تفقہ کی بہترین مثالوں میں سے

ایک ہے کہ انہوں نے شارع کے منشاء کو ٹھیک ٹھیک سمجھا اور امت میں ایک صحیح طریقے کو رائج فرما دیا۔ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کا اس پر اعتراض نہ کرنا بلکہ بسر وچشم اسے قبول کر لینا یہ ثابت کرتا ہے کہ شارع کے اس منشاء کو بھی ٹھیک ٹھیک پورا کیا گیا کہ "اسے فرض کے درجہ میں نہ کر دیا جائے"۔ چنانچہ کم از کم ایک بار تو ان کا خود تراویح میں شریک نہ ہونا ثابت ہے جب کہ وہ عبدالرحمٰن بن عبد کے ساتھ نکلے اور مسجد میں لوگوں کو تراویح پڑھتے دیکھ کر اظہار تحسین فرمایا۔

حضرت عمر کے زمانہ جب باقاعدہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا تو باتفاق صحابہ بیس رکعتیں پڑھی جاتی تھیں اور اسی کی پیروی حضرت علی کے زمانہ میں بھی ہوئی۔ تینوں خلفاء کا اس پر اتفاق اور پھر صحابہ کا اس میں اختلاف نہ کرنا یہ ثابت کرتا ہے کے نبی ﷺ کے عہد سے لوگ تراویح کی بیس ہی رکعتوں کے عادی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد تینوں بیس ہی رکعت کے قائل ہیں۔ اور ایک قول امام مالک کا بھی اسی کے حق میں ہے۔ داود ظاہری نے بھی اسی کو سنت ثابتہ تسلیم کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت ابان بن عثمان نے ۲۰ کی بجائے ۳۶ رکعتیں پڑھنے کا جو طریقہ رائج کیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کی تحقیق خلفائے راشدین کی تحقیق کے خلاف تھی، بلکہ ان کے پیش نظر یہ تھا مکہ سے باہر کے لوگ ثواب میں اہل مکہ کے برابر ہو جائیں۔ اہل مکہ کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد کعبے کا طواف کرتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے ہر طواف کے بدلے چار رکعت پڑھنی شروع کر دی۔ یہ طریقہ چونکہ اہل مدینہ میں رائج تھا اور امام مالک اہل مدینہ کے عمل کو سند سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے بعد میں بیس کی بجائے چھتیس کے حق میں فتوی دیا۔

علماء جس بناء پر یہ کہتے ہیں کہ جس بستی یا محلّہ میں سرے سے نماز تراویح باجماعت ادا ہی نہ کی جائے اس کے سب لوگ گناہ گار ہیں، وہ یہ ہے کہ تراویح ایک سنت اسلام ہے جو عہد خلافت راشدہ سے تمام امت میں جاری ہے۔ ایسے ایک اسلامی طریقہ کو چھوڑ دینا اور بستی کے سارے ہی مسلمانوں کا مل کر چھوڑ دینا، دین سے ایک عام بے پرواہی کی علامت ہے جس کو گوارا کر لئے جائے تو رفتہ رفتہ وہاں سے تمام اسلامی طریقوں کے مٹ جانے کا اندیشہ ہے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ تراویح کے لئے افضل وقت کون سا ہے، عشاء کا وقت یا تہجد کا۔ دلائل دونوں کے حق میں ہیں، مگر زیادہ تر رجحان آخر وقت ہی کی طرف ہے۔ البتہ اول وقت کی ترجیح کے لئے یہ بات بہت وزنی ہے کہ مسلمان بحیثیت مجموعی اول وقت ہی کی تراویح پڑھ سکتے ہیں۔ تہجد کا وقت اختیار کرنے کی صورت میں امت کے سواد اعظم کا اس ثواب سے محروم رہ جانا ایک بہت بڑا نقصان ہوگا، اور اگر چند صلحاء آخر وقت کی فضیلت سے مستفید ہونے کی خاطر اول وقت کی جماعت میں شریک نہ ہوں تو اس سے یہ اندیشہ ہے کہ عوام الناس یا تو ان صلحاء سے بدگمان ہوں یا ان کی عدم شرکت کی وجہ سے خود ہی تراویح چھوڑ بیٹھیں، یا پھر ان صلحاء کو اپنی تہجد خوانی کا ڈھونڈورا پیٹنے پر مجبور ہونا پڑے۔" (حوالہ ترجمان القرآن اپریل، مئی ۱۹۵۲)

محمد بشیر ہرل PHF

حاصلِ مطالعہ

Learn not Burn Quran

محمد بشیر ہرل

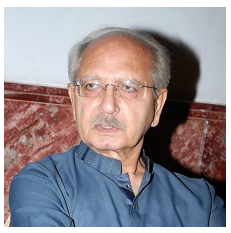

قرآنِ حکیم، داعیِ امن

امریکہ کی ریاست فلوریڈا کے ایک بہت چھوٹے سے غیر معروف چرچ کے جعلی پادری ٹیری جونز نے بالآخر ۲۲ مارچ ۲۰۱۱ء کو قرآنِ حکیم کے ایک نسخہ پر مقدمہ کا ڈرامہ رچا کر، اسے عالمی بدامنی اور انتشار کا باعث قرار دیا، انسانیت کے خلاف جرائم کا مرتکب قرار دیا، دنیا بھر میں دہشت گردی کی ترویج، قتل، عصمت دری اور اذیت کاری کا مجرم ٹھرایا، عورتوں اور اقلیتوں سے بدسلوکی اور عیسائیوں کے خلاف صرف ان کے مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے ظلم کرنے کا، نیز نسل پرستی اور تعصب پھیلانے کا مرتکب ٹھہرا کر سزائے موت سنائی اور ایک مقدس نسخہ کو جلا کر اس نام نہاد سزا پر عملدرآمد کر دیا۔ اس نامراد کو اپنے اس منحوس عمل کے لیے صرف ایک انجلیکن پادری بطور مدعی اور محض ۳۰ لوگ بطور گواہ میسر آ سکے۔ اس کی اس کاروائی کی افغانستان میں امریکی کمانڈر اور امریکی سفیر، اور پاکستان میں امریکی سفیر کے علاوہ وزیرِ خارجہ اور صدرِ امریکہ نے بھی یہ کہہ کر مذمت کی ہے کہ یہ ایک چھوٹے سے ناقابلِ توجہ گروہ کا انفرادی عمل ہے جو امریکی روایات سے بالکل متصادم ہے۔ تاہم اس لعنتی کے خلاف کوئی ایکشن سامنے نہیں آیا۔

اٹھاون سالہ ٹیری جونز ایک غیر مستقل مزاج اور دروغ گو آدمی ہے۔ یہ پہلے ایک ہوٹل کا مینیجر رہا، پھر یورپ میں ۳۰ سال تک مشنری بنا رہا، پھر ۱۹۹۶ء میں اس بنیاد پرست چرچ کو سنبھال لیا جس کے ساتھ ۲۰ ایکڑ کی ایک جاگیر ہے جہاں پستول پہن کر گھومتے رہنے کا شوقین ہے۔ اس جائیداد کی آمدن کو ٹیکس سے بچانے اور سستی شہرت کما کر اپنی آمدن میں وسعت کے لیے ایسے واہیات ڈرامہ کا سہارا لے رہا ہے۔ ۲۰۰۹ء میں اس نے دس اور پندرہ سال عمر کے دو بچوں کو ایسی شرٹس پہنا کر سکول بھجوا دیا جن پر لکھا تھا کہ اسلام شیطانی مذہب ہے۔ سکول نے ان بچوں کے لباس کو غیر مناسب قرار دے کر واپس گھر بھجوا دیا۔ اس مردود نے اس نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے اور اپنے چرچ کے در و دیوار پر بھی اس عنوان کے پوسٹر زلگا رکھے ہیں۔ ایک آن لائن وڈیو سیریز بھی چلاتا رہا جس میں اسلام کے خلاف بکواس کرتا تھا۔ ہر سال ۱۱ ستمبر کو بالخصوص وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کو اچھالتا ہے۔ ۲۰۱۰ء میں بھی ۱۱ ستمبر کو قرآنِ پاک کو جلانے کا اعلان تو اس نے کر دیا لیکن تنقید اور سمجھدار لوگوں کی نصیحت پر اس نے ۲۰۱۰-۰۹-۱۱ کو NBC کے پروگرام Today میں اس ارادہ سے باز رہنے کا ان الفاظ میں اعلان کر دیا کہ "خدا ہمیں اس کام سے روک رہا ہے۔ اور قرآن کو جلانے کا ارادہ مستقل طور پر منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ہم یقیناً قرآن کو نہیں جلائیں گے۔ بالکل نہیں۔ نہ آج اور نہ کبھی بھی"۔ لیکن اس کے باوجود اب ۲۲ مارچ ۲۰۱۱ء کو اس نے یہ منحوس کاروائی کر کے دکھا دی۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے یہ ڈرامہ دیکھنے کے لیے صرف ۳۰ احمق ہی میسر آ سکے۔ اس جسارت پر عمل سے پہلے پوپ بینیڈکٹ نے اسے باز رکھنے کے لیے ٹیلیفون کیا تو اس نے پوپ کو مناسب احترام سے مخاطب ہی نہیں کیا بلکہ جب اس نے پوپ کو یہ کہہ کر ٹالا کہ مجھے ایک فرشتے نے آ کر یہ ہدایت کی ہے، تو پوپ نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ پھر تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بعد میں اس نے ڈیٹرائٹ جا کر وہاں کے اسلامی سنٹر میں احتجاج کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیا جس پر وہاں کی سول انتظامیہ نے اعلان کر دیا ہے کہ اس کو اسلامک سنٹر کی زمین پر جانے ہی نہیں دیا جائے گا۔ ڈیٹرائٹ کے عیسائی رہنماؤں نے بھی اسے انتشار کا سفیر اور روحانی دہشت گرد قرار دیا ہے اور اسے وہاں آنے سے ان الفاظ میں منع کیا ہے کہ "ہمارا پیغام صرف یہ نہیں ہے کہ ہمیں تمہارا یہاں آنا پسند نہیں، بلکہ ہمارا پیغام یہ ہے کہ تم ادھر منہ نہ کرنا"۔ وہاں کے امام صاحب نے کہا ہے کہ "میں اسے مشورہ دونگا کہ قرآن کو جلانے کی بجائے اس کا مطالعہ کرو"۔ نامراد ٹیری کی اس واہیات حرکت پر صومالیہ اور افغانستان میں متشدد مظاہرے ہوئے۔ کابل میں اقوامِ متحدہ کے دفاتر پر حملہ میں سویڈن، رومانیہ، ناروے اور نیپال کے آٹھ شہریوں سمیت ۲۰ افراد ہلاک ہو گئے۔ جائیدادوں اور گاڑیوں کی تباہی ہوئی۔ لیکن اس طرح صرف اپنا ہی نقصان ہوتا ہے اُن لوگوں کے کان پر جوں نہیں رینگی۔

ہمارا خیال ہے کہ قرآنِ حکیم کی متعلقہ آیات کا انگریزی ترجمہ ایسے تسلسل سے نشر کیا جائے کہ وہ لوگ آسانی سے تھوڑا تھوڑا پڑھنے پر مائل ہوں۔ بالخصوص سورۃ توبہ کی آیات کی تفسیر اور شانِ نزول، عیسائیوں سے متعلق آیات، اور امنِ عالم کی دعوت دینے والی آیات اور سورتوں کا ترجمہ۔ اس مقصد کی خاطر "Learn Not Burn Quran" کی تحریک اور پیغام کو انٹرنیٹ پر زیادہ سے زیادہ پھیلایا جانا چاہیے۔ اپنی ہر ای میل میں بھی اس Icon کو شامل کر کے بھی ہم اس کو پھیلا سکتے ہیں۔

محمد بشیر ہرل۔ 0333-6517766

04 . 04. 2011

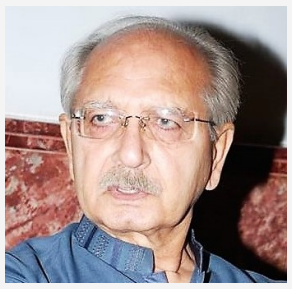

تعلیم القرآن کی اہمیت

(یہ مقالہ ۳۰۔ستمبر ۲۰۱۰ کو النور ٹرسٹ کے زیر اہتمام چالیس روزہ
درس قرآن وحدیث کے اساتذہ میں تقسیم اسناد کی تقریب میں پڑھا گیا)

محمد بشیر ہرل

اکابرین کرام ۔اور استاذی المکرّم مفتی سعید احمد صاحب

میری یہ گزارشات علماء کی مجلس میں ایک ان پڑھ کی جسارت کی حیثیت رکھتی ہیں ۔لیکن میں اُس خدمت پر عوام الناس کی طرف سے آپ کو ہدیہ تشکر پیش کرنا چاہتا ہوں جو آپ چالیس روزہ درس قرآن وحدیث کی تعلیم وترویج کے ذریعہ انجام دے رہے ہیں ۔آپ کی یہ نیکی ضائع نہیں جائے گی ۔اس کا اجر اللہ تعالی ضرور دیں گے میں تو صرف معاشرے کی طرف سے ممنونیت کا اظہار کرنے حاضر ہوا ہوں ۔

مسلمان گھرانوں میں عام طور پر قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے لیکن جو پڑھتے ہیں وہ محض ثواب کمانے کی خاطر پڑھتے ہیں ۔یہ جان کر نہیں کہ یہ کتاب زندگی ہے ۔ اور زندگی کو بنانے ۔سنوارنے صالح اور نیک بنانے کے لئے نازل ہوئی ہے ۔ہماری نئی نسل قرآنی تعلیمات سے روز بروز دور ہوتی جارہی ہے ۔یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے ذہن نشین کریں کہ جب تک قرآن حکیم کی تعلیمات کو سمجھنے اور عمل میں لانے کی ضرورت کو پورا نہیں کریں گے ۔ہم نہ مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں اور نہ ہی مسلمان کی حیثیت سے دنیا سے رخصت ہوسکتے ہیں ۔ گر تو می خواہی مسلمان زیستن ۔نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن ۔ انسان کے جسم میں گوشت کا لوتھڑا جس کو دل کہتے ہیں ۔جب تک یہ بدل نہ جائے جب تک اس میں درد اور سوز پیدا نہ ہوجائے اس وقت تک ظاہری اور خارجی محرکات بے اثر رہتے ہیں ۔دل کی دنیا میں انقلاب لانے صلاحیت کسی فلسفہ ۔سائنس یا منطق کو حاصل نہیں ہے ۔یہ قوت صرف رب کائنات کے کلام کو حاصل ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالی نے اس کو نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا قرار دیا ہے اور اپنی طرف سے فضل ورحمت، اور دنیاوی مال ومتاع کے مقابلے میں زیادہ وقیع قرار دیا ہے ۔ سورۃ یونس کی آیت نمبر 58-57 میں فرمایا گیا ۔

یاایھا الناس، قد جاءتکم موعظۃ من ربکم ۔ وشفاء لما فی الصدور ۔ وھدیً ورحمۃ للمومنین ۔قل بفضل اللہ وبرحمتہ ۔ فبذا لک فلیفرحو ۔ھو خیر اُمما یجمعون ۔

اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے ۔یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفاء ہے ۔اور جو لوگ اسے قبول کرلیں ان کے لئے رحمت اور رہنمائی ہے ۔ اے نبی ﷺ کہہ دیں کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ اس نے یہ چیز تمھارے پاس بھیجی ۔اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہئے ۔یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جو لوگ سمیٹ رہے ہیں ۔

حضرات! حقیقی زندگی میں قرآن حکیم کے یہ اثرات ہمیں نظر کیوں نہیں آتے ،اس پر غور کی ضرورت ہے ۔

ہماری آج کی مسلم سوسائٹی میں بچے کی سیرت اور کردار بنانے میں مجرمانہ غفلت برتی جارہی ہے ۔اس لئے ہمارا معاشرہ بگاڑ اور فساد کا شکار ہوا جارہا ہے ۔جب تک کسی قوم میں اخلاقی برتری موجود نہ ہو وہ اپنے وجود اور تشخص کو محفوظ نہیں رکھ سکتی ۔اس کے دینی اور ملی وجود کو تہذیبی جارحیت کے ایک ہلکے سے جھٹکے سے ہی زمیں بوس کیا جا سکتا ہے ۔ انگریز اپنے دور اقتدار میں اپنے نظام تعلیم کے ذریعے اپنی تہذیب اور کلچر مسلط کرنے کی کوشش میں خوب کامیاب ہوا، لیکن اس دور میں بھی علی گڑھ اور اس سے کہیں بڑھ کر دارالعلوم دیوبند نے دین کی شمع روشن رکھی اور ہماری اقدار کو محو ہوجانے سے بچالیا ۔آپ علماء حضرات اسی خیر الامور اوسطہا کے اصول کی علمبردار درسگاہ کے نظریاتی وارث ہیں اور الحمد اللہ معاشرہ میں اعتدال کی نمائندگی اور ترویج فرمارہے ہیں ۔ لیکن آپ کے اردگرد حالت یہ ہے کہ جو انسان سمندروں کے سینوں کو چیر کر گہرائیوں میں جااترا ہے، جس نے فضائے بسیط میں اپنے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور جس نے چاند پر اپنے قدم جمالئے ہیں، افسوس کہ وہی انسان انسانیت کے پیمانے پر پورا نہیں اترتا ۔ اس کو انسانوں کی طرح زمین پر چلنا پھرنا بھی نہیں آتا ۔آج کا انسان اپنی ترقیوں اور نئی نئی ایجادات کو انسان کشی، قتل وغارت گری، اور ظلم وعدوان کے فروغ کے لئے استعمال کر رہا ہے اور قرآن حکیم کی اس پیش گوئی کو پورا کر رہا ہے کہ: ظہر الفساد فی البر والبحر، بما کسبت ایدی الناس ۔

آج کی مجرد دنیوی تعلیم خدا سے بیزار کرتی ہے ۔آخرت فراموش بنا دیتی ہے اور علم کو محض روزی کمانے اور پیٹ پالنے تک ہی محدود کرتی ہے ان حالات میں جب آپ لوگ نونہالوں اور بڑوں کو اس آسان کورس کے ذریعہ بتدریج قرآن اور اس کی تعلیمات سے شناسا اور مانوس کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں تو دراصل بہت بڑی قومی خدمت کر رہے ہیں ۔ دس سال بعد آپ کو اس کا پھل نظر آنا شروع ہوگا تو آپ کو اپنی محنت پر فخر محسوس ہوگا۔

علامہ اقبال نے کہا تھا ۔ دست ہر نا اہل بیمارت کند سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

نا اہلوں کے ہاتھ تمھیں مزید بیمار کر رہے ہیں اپنی ماں کی آغوش میں آجا کہ تمھاری صحیح تیمارداری کرے ۔ یہ آغوش مادر ہمارا قرآن اور اس کی تعلیمات ہیں ۔ جو لوگ ہندی نصرانی اور یہودی اقدار کی چمک سے مرعوب ہیں ۔ان کے لئے علامہ اقبال مرحوم فرما گئے ہیں:

ہے نگاہِ خاوراں مسحورِ غرب حورِ جنت سے ہے خوشتر حورِ غرب

ظاہرا نقرہ گرا سپیداست ونو دست و جامہ ہم سیاہ گر دوازو

ان دوستوں کی نظر میں جنت کی حوروں کی نسبت مغربی قتالہ زیادہ جچتی ہے ۔لیکن سمجھتے نہیں کہ چاندی چاہے کتنی سفید اور بھلی لگے ہاتھوں بلکہ کپڑوں کو بھی کالا کر دیتی ہے ۔

حضرات! اپنے طلباء کو بتدریج اس سحر سے نکالئے اور اس کتاب حکمت کو محبت سے ان کی زندگی پر نافذ کر دیجئے ۔ کہ یہی ان کے قلب کو تبدیل کرے گی۔

فاش گویم آنچہ در دل مضمراست ایں کتابے نیست، چیزے دیگراست

بس حضرات گرامی، میں یہی کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ شکریہ۔

محمد بشیر ہرل ۔ 0333-6517766

30.09.2010

مرزائی مذہب کے بانی
مرزا غلام احمد قادیانی

مرزائیوں یا قادیانیوں کو ہم کافر اور خارج از اسلام تو مانتے ہیں لیکن اکثریت کو اس مذہب کے بانی یا ابتدا کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر یہ مختصر تحریر مرتب کی جارہی ہے۔ مدعا محض تعارف ہے جو نوجوان نسل کے لیے مفید ہوگا۔

ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہونے والے مرزا غلام احمد ایک مشہور مناظر کے رُوپ میں سامنے آئے۔ ان کے خاندان کو انگریزوں کی حمائت کے صلہ میں قادیان میں جاگیر الاٹ ہوئی تھی، وہیں پر ایک دارالترجمہ بھی قائم کیا ہوا تھا۔ اس دور میں عام طور پر مسلمان مولوی حضرات محض نماز روزہ اور وضو وغیرہ کے مسائل پر گفتگو کیا کرتے اور متنازعہ مسائل پر عوامی سطح پر بات بالعموم نہ ہوتی۔ بڑی بڑی جامعات مثلاً جامعہ دیوبند میں بہت علمی اور تحقیقی کام ہورہا تھا لیکن عوام الناس کی نظروں سے اوجھل تھا۔

۱۸۷۰ تا ۱۸۸۰ء:

مرزا غلام احمد نے بطور کلرک آف کورٹ سرکاری ملازمت اختیار کی جہاں ان کی دوستی حکیم نورالدین سے ہوئی۔ مرزا صاحب غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے اور توجہ حاصل کرنے کے فن میں یکتا تھے۔ بطور معروف مناظر آپ کی شہرت ۱۸۷۰ء سے ۱۸۸۰ء کے عشرہ میں ہوئی یہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مناظرے کیا کرتے اور ان کی تفاصیل طبع کروا کر تقسیم کرتے۔ آپ کو غیر معمولی شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب لاہور کے ایک جلسہ میں خطاب کے دوران آپ نے ملکۂ برطانیہ کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دے دی۔ بہت کم عوام کو معلوم تھا کہ اس دور میں یعنی انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں برطانوی اشرافیہ دینِ اسلام مین دلچسپی لے رہی تھی اور کچھ مشہور افراد اسلام قبول بھی کر چکے تھے۔ یہ چیلنج مرزا صاحب کی بطور مناظرِ اسلام بہت شہرت کا باعث بنا۔ دوسرا واقعہ تھا جب آپ نے ۱۸۹۳ء میں شاتمِ رسول ڈاکٹر عبداللہ آتھم کو مناظرہ کی دعوت دی۔ یہ دونوں چیلنج خوب مشہور ہوئے اور مرزا صاحب نے بھی پرنٹ کروا کر خوب تقسیم کروائے تھے۔

۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۰ء۔ "صاحبِ الہام" سے "نبی" تک:

۱۸۸۰ء میں پہلی بار انہوں نے اپنی اولین تصنیف براہینِ احمدیہ میں اپنے لیے "صاحبِ الہام" کا لفظ استعمال کیا، جو آپ کی شہرتِ عامہ کے غبار میں دب گیا اور کسی نے اس کو خصوصی توجہ کا مستحق نہ سمجھا۔ اس کے بعد کے ۲۰ سالوں میں بتدریج مرزا صاحب نے اپنے لیے "مجدد"، "محدث" اور پھر "مثیلِ مسیح" کی اصطلاحات استعمال کرنی شروع کیں، اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ بڑھتے بڑھتے خود کو "مسیح موعود" یعنی "مسیح ابنِ مریم" قرار دیدیا۔ پھر "مہدی" اور اس کے بعد "امامِ آخرالزمان" کے القابات استعمال کرنا شروع کردیے۔

۱۹۰۱ء اعلانِ نبوت:

اس طرح بالآخر مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں خود کو "نبی" قرار دے ڈالا۔

محمد بشیر ہرل۔ 0333-6517766
۲۲ ستمبر ۲۰۱۶ء

The End Of Tolerance

[Contributed by: M. Bashir Herl]

امریکی رسالہ NewsWeek کی حالیہ اشاعت مورخہ 6 مارچ 2006 ء میں دو مضامین ایسے ہیں جن کے نفس مضمون کی طرف میں اپنے دوستوں کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ کسی بھی ہنگامی صورتحال میں مخالف کے نقطہ نظر یا عزائم کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ مضمون حالیہ احتجاج کے بعد مغرب کے حکومتی ردعمل سے متعلق ہے۔ اس کا عنوان ہے۔" The End of Tolerance " اور ذیلی عنوان ہے:

اب اس Push کے متعلق چند اقتباسات: **"Farewell, multiculturarism. Cartoon backlash is pushing Europe to insist upon its values"**

---ہالینڈ کے بارڈر تقریباً بند ہو چکے ہیں۔ امیگریشن اکا دکا رہ گئی ہے۔ روٹرڈیم کے شہر نے ایک ضابطہ جاری کیا ہے کہ عوامی جگہوں پر گفتگو ڈچ زبان میں ہی کی جائے۔ پارلیمنٹ نے قانون بنا دیا ہے کہ پورے ملک میں عوامی جگہوں پر کوئی برقعہ نہیں پہن سکتا۔ اور دی ہیگ میں ہائی کورٹ کے ایک جج نے یہ کہا ہے کہ اب ہم لوگ برداشت نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ ہماری زبان نہ سیکھیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کی بیٹیاں سکول جائیں اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ لوگ نوعمر دلہنوں کو وطن سے لا کر تیسری منزل کے کسی کمرے میں بند نہیں رکھ سکتے۔

---ہالینڈ جو مخلوط ثقافت کا وکیل ہوتا تھا اب اس کی مخالفت میں یورپ کا لیڈر بن چکا ہے۔ یورپ نے کارٹون کے بحران میں غیر معمولی استقلال کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہاں معافیاں مانگی گئیں کیونکہ ایک حقیر سے ڈینش جریدے نے محمد (صلعم) کے بارے میں کارٹون شائع کر دیئے تھے۔ لیکن یورپ اس امر پر غیر مشروط طور پر متحد ہے کہ یورپی اخباروں کے آزادئی اظہار پر کوئی قدغن نہیں لگنے دی جائیگی چاہے اس میں مذاہب کا تمسخر ہی کیوں نہ شامل ہو۔ یورپی یونین کے صدر نے کہا ہے کہ اسلامی دنیا کا احتجاج جتنا شدید ہوتا جاتا ہے ہمارا یہ اتفاق رائے اتنا ہی مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ رسالہ لکھتا ہے Welcome To The End Of Tolerance یورپ ایک حد سے زیادہ اس صورتحال کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ہالینڈ اپنی ڈچ روایات کو زندہ کر رہا ہے۔ پورا یورپ اظہار رائے کی غیر مشروط آزادی کی تجدید کر رہا ہے اور اب مخلوط ثقافت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ خصوصاً امیگریشن قوانین میں سختی کی جا رہی ہے۔۔ اب offensive طریقہ اختیار کر کے یورپی اقدار اپنانے پر مجبور کیا جائے گا۔ فرانس نئے امیگریشن قوانین اسی ماہ لاگو کرے گا۔ جن میں فرانسیسی زبان سیکھنا لازم ہوگا۔ گزارہ الاونس کی بجائے ملازمت کرنی لازمی ہوگی۔ اور اگر کسی عورت کو پردے میں رکھا جائے گا تو پوری فیملی ملک بدر کر دی جائے گی۔ ہالینڈ اماموں کے لئے کورس کروانے کی تیاری کر رہا ہے کہ وہ مقامی کلچر کے مطابق چل سکیں۔ اپنے اس اقدام کی تائید میں ان کی متعلقہ وزیر نے اخباری نمائندوں کے سامنے امام سے ہاتھ ملانا چاہا تو جب امام نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ عورت سے ہاتھ ملانے کی اجازت نہیں ہے تو اس وزیر اور اخباری نمائندوں نے اس کو خوب اچھالا۔ اور جاتی ہوئی امام صاحب کو یہ کہہ کر گئی کہ اگلے سال تمہارے ساتھ ڈچ زبان میں بات کروں گی۔ جرمنی نے بھی فرانس کی طرح کچھ یونیورسٹیوں میں اسلامیات کا شعبہ قائم کر دیا ہے۔ تاکہ مقامی طور پر امام تیار کئے جا سکیں جرمنی حکومت نے قانون پاس کر دیا ہے (فرانس کی طرح) کہ سکولوں میں حجاب نہیں پہنا جا سکتا۔ قارئین اس ردعمل کا جائزہ لے کر یہ طے کریں کہ کیا درست ہے اور کیا غلط۔

India Rising

دوسرا مضمون جو اسی شمارہ میں 13 صفحات پر مشتمل ہے اس کا عنوان ہے

یہ طویل قصیدہ امریکی صدر بش کے دورہ ہند کے دنوں میں شائع ہوا ہے۔ یہ سارا پڑھنے کے قابل ہے لیکن چند اقتباسات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اپنے صدر کے دورہ کے موقعہ پر رائے عامہ کیسے ہموار کی جاتی ہے:

--- دنیا کی 500 امیر ترین کمپنیوں میں سے 125 نے انڈیا میں ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ سنٹرز قائم کر رکھے ہیں۔

---2040 میں انڈیا دنیا کی تیسری بڑی معیشت بن چکا ہوگا۔

---اس سال کمپیوٹر سے متعلقہ سروسز سے انڈیا 36 ارب ڈالر سے زیادہ زرمبادلہ کمائے گا۔

---انڈیا میں ساڑھے چھ کروڑ گھروں میں کیبل یا ڈش کے کنکشن ہیں۔

---بیس لاکھ امریکی شہری ایسے ہیں جن کی جڑیں انڈیا میں ہیں۔

---25 سال سے زائد عمر کے 61 فیصد ہندوستانیوں کے پاس کالج کی ڈگری ہے۔

---انڈیا میں کال پوائنٹس پر لڑکے لڑکیاں رات کو اکھٹے ڈیوٹی کرتے ہیں۔

---شادی سے قبل جنسی تعلق (جو امریکی معیار سے ایک صفت ہے) اور خاوندوں کے علاوہ غیروں سے جنسی تعلق عام ہو رہا ہے۔

---انڈیا کی فلمی اور TV صنعت دنیا میں سب سے بڑی ہے۔

---نوجوان جو اپنے والدین سے زیادہ آمدن کما رہے ہیں، کھل کر خرچ کر رہے ہیں۔ اور جنسی آزادی سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔!

--- BMW کار کمپنی انڈیا میں 23 ملین ڈالر سے کاریں بنانے کی فیکٹری لگائے گی۔ نوکیا اور کئی دوسری کمپنیاں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہی ہیں۔

---انڈین شیئر مارکیٹ مسلسل اوپر جا رہی ہے جس میں جاپان بھی سرمایہ لگاتا ہے۔

---انڈیا جو سرمایہ کاری کے لئے 2004 میں چائنا اور امریکہ کے بعد دنیا میں تیسرا فیورٹ تھا، 2005 میں چائنا کے بعد دوسرے نمبر پر آ چکا ہے اور امریکہ تیسرے نمبر پر جا چکا ہے۔

(یہ رسالہ مغرب و شرق میں ایک معقول اور معتبر جریدہ سمجھا جاتا ہے)

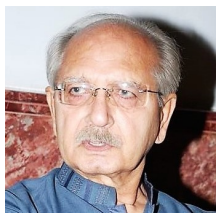

مسلمان سائنسدان

(نوجوانوں کے لیے یہ معلومات خواجہ جمیل احمد کی مرتب کردہ کتاب 'مشہور مسلمان سائنسدان' سے لی گئی ہیں)

اسلام کے دورِ عروج میں اہلِ ثروت اور بالخصوص اہلِ حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے علوم اور سائنس میں بے پناہ علمی کام ہوا۔اس تھی۔اسلام کے دورِ اضمحلال وادبار میں اسی نسبت سے علمی کاموں میں کمی ہوئی۔۱۰۰۰ سالہ شاندار دورِ اقتدار کے بعد مسلمانوں کا سورج غروب ہونے لگا تو صدیوں سے تاریکی میں ڈوبے ہوئے یورپ نے انگڑائی لی اور ان علوم پر مزید تحقیق کر کے ان کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ ان کی بنیاد پر ایجادات کے انبار لگا دیے۔یہ کوئی حیرانی یا مایوسی کی بات نہیں۔اب پھر مسلمان نوجوان علمی اور سائینسی میدانوں میں اپنا سکہ منوا رہے ہیں اور نشاۃِ ثانیہ دور نظر نہیں آتی۔آیئے سائنس اور علم کی دنیا کے چند چمکتے ستاروں کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

ابوالحسن	نے دوربین ایجاد کی
ابنِ یوسف	نے پنڈولم ایجاد کیا
میر فتح اللہ	نے بارود ایجاد کیا
ابنِ نفیس	نے دورانِ خون کا نظام دریافت کیا
ابنِ فرناس	نے فضا میں پرواز کی پہلی کوشش کی
ابنِ موسیٰ	نے کرۂ ارض کی پیمائش کا آلہ ایجاد کیا
قطبی	نے دنیا کی سب سے پہلی گھڑی ایجاد کی
ابوالصلعت	نے ۱۱۲۴ء میں غرق شدہ جہاز نکالنے والی مشین ایجاد کی
ابنِ ماجد	نے قطب نما ایجاد کیا جس نے بڑے سمندروں میں سفر ممکن بنایا
جاحظ	نے گرہوں Planets پر کتابیں تحریر کیں۔کششِ ثقل کا راز دریافت کیا
البیرونی	ابو ریحان البیرونی نے ثابت کیا کہ روشنی آواز سے زیادہ تیز رفتار پر سفر کرتی ہے۔فزکس پر قیمتی تصانیف تحریر کیں۔
دمیری	علمِ حیوانات کے ماہر تھے۔ان کی کتاب 'الحیوان' میں حیوانوں کے ارتقا،نفسیات اور تاریخ کی پوری تفصیل دی گئی ہے
جابر بن حیان	علمِ کیمیا کا موجد،کوفہ کا طبیب تھا۔بہت سے کیمیاوی فارمولے اور ۱۰۰ سے زیادہ تصانیف چھوڑیں۔علمِ کیمیا میں تجرباتی تحقیق کو متعارف کرایا۔ تین معدنی تیزابوں کے علاوہ شورے کا تیزاب بھی دریافت کیا اور اس سے ایسا تیزاب تیار کیا جو سونے کو حل کر لیتا ہے۔یہ آج تک استعمال ہوتا ہے۔فولاد تیار کرنے،مختلف دھاتوں کے بھرت بنانے،کپڑے اور چمڑے پر رنگ چڑھانے،واٹر پروف کپڑا تیار کرنے،لوہے کو زنگ سے محفوظ رکھنے،شیشہ سازی میں زنک ڈائی آکسائیڈ کو استعمال کرنے اور سونے کے حروف لکھنے وغیرہ کا فارمولے اپنی کتابوں میں تحریر کیے ہیں۔۸۰۳ء میں انتقال ہوا۔
ابنِ اسحٰق الکندی	علمِ طبیعات Physics پر ۲۶۵ کتابوں کا مصنف،اور Optics یعنی نور،یا نظر کے موضوع کا اولین مفکر اور مصنف تھا۔اس نے آسمان کا رنگ نیلا ہونے کا سباب کی وضاحت کی اور 'روح اور ذہانت' کے فلسفہ پر جامع کتاب تصنیف کی۔بصرہ میں پیدائش اور ۸۷۳ء میں انتقال ہوا۔
ابنِ بیطار	عظیم ماہرِ نباتات تھے اور علمِ نباتات Botany پر تجربات کے بعد سب سے قیمتی اور مستند کتاب 'کتاب الجامع فی الادویۃ المفردہ' تصنیف کی۔سپین میں پیدا ہوئے اور دمشق میں ۱۲۴۸ء میں انتقال کیا۔
زکریا رازی	نے علمِ طب پر ۲۰۰ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔چیچک پر سب سے پہلی کتاب تصنیف کی۔جہاں اب تہران ہے،وہاں پہلے ایران کا دارالحکومت شہر رے ہوتا تھا۔وہیں ۸۶۵ء میں پیدا ہوئے اور ۹۲۵ء میں وفات پائی۔اسی شہر رے کے ہسپتال کے ناظم تھے۔علمِ طب پر سب سے بڑی اور جامع کتاب (الحوی) تصنیف کی۔چیچک اور خسرہ پر ان کی کتاب 'الجدری والحصبہ' آج تک انتہائی مستند و معتبر سمجھی جاتی ہے۔
الزہراوی	ابوالقاسم الزہراوی دنیائے اسلام کے اولین سرجن تھے،جنہوں نے کتاب 'التصریف' تحریر کی جس میں سرجری کے آلات کے نقشے بھی دیے گئے ہیں۔آپ سپین میں قرطبہ کے قریب الزہراہ کے علاقہ میں ۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔

الماوردی	۹۷۲ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے ۔بغداد کے قاضی القضاۃ،اور خلافتِ عباسیہ کے گشتی سفیر رہے۔قانونِ فقہ اور قانونِ سیاسیات پر آپ کی کتابیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔
ابنِ خلدون	علمِ تاریخ کو سائنس کا درجہ دینے والے ابنِ خلدون ۱۳۳۲ء میں تیونس میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۶ء میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔آپ نے پہلی بار معاشرے کے ارتقا کی سائینسی بنیادوں پر تشریح کی۔
ابوعلی سینا	نے علمِ طب پر 'القانون فی الطب' تحریر کی جس میں ۶۰۷ نسخوں کی تفصیل بھی درج ہے۔آج تک سب سے زیادہ پڑھی جانے والی طبی کتاب ہے۔ سلطان محمود سلجوقی کے لیے سب سے پہلا فوجی طبی دستہ قائم کیا۔بخارا کے قریب ۹۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۷ء میں درِقولنج سے انتقال ہوا جس کے علاج کے وہ ماہر تھے۔کل ۲۳۸ کتابیں لکھیں۔
ابن الہیثم	ابوعلی حسن ابن الہاشم عظیم ریاضی دان،ماہرِ طبیعات اور ماہرِ نوریات 'Optics' تھے۔فوٹوگرافی ایجاد کی، پانی سے روشنی کی شعاؤں کے گزرنے کا مطالعہ کیا ان کی تصنیف 'کتاب المناظر' کے تراجم ہو چکے ہیں۔شفق اور گرہن پر تحقیق کی۔اور زمین کے گرد ہوا کی تہہ کی موٹائی ساڑھے اٹھاون میل بتائی جو تقریباً درست ثابت ہوئی ہے۔۹۶۵ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۹ء میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔
محمد بن موسیٰ الخوارزمی	نے علمِ ریاضی Mathematics میں اعشاری نظام Decimal system اور الجبرا کو متعارف کرایا۔کتاب 'الجبر والمقابلہ' تحریر کی۔علمِ حساب میں صفر zero ایجاد کیا اور کتاب 'الجمع والتفریق' تحریر کی۔جغرافیہ پر کتاب 'صوت الارض' لکھی جس میں جغرافیائی نقشے بھی دیے۔زمین کی درست پیمائش کی۔آپ کی پیدائش ۷۸۰ء میں خوارزم میں ہوئی لیکن زندگی بغداد میں گزاری۔وہیں ۸۴۷ء میں وفات پائی۔
ابونصر فارابی	نے فلسفہ،منطق،طب،عمرانیات،ریاضی پہ بہت سی ماہرانہ کتابیں تحریر کیں۔منطق کو دو اجزا 'تخیل اور ثبوت' میں تقسیم کیا۔بہت سے مذہبی مسائل کی فلسفیانہ تشریح کی،اور،پیغمبری، وحی، جنت، تقدیر،اور عرشِ معلّٰی کو استدلال کے ذریعے ثابت کیا۔ترکستان میں فاراب کے مقام پر ۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور ۸۰ سال کی عمر میں دمشق میں انتقال ہوا۔
المسعودی	بغداد میں پیدا ہوئے،چین،ہندوستان،لنکا،ایران اور عرب کی وسیع سیاحت کی اور تاریخی واقعات کے تنقیدی مطالعہ پر مبنی مختلف قوموں،ملکوں اور وہاں کی آب وہوا کے متعلق اپنی شہرۂ آفاق کتب ' مروج الذہب'،'مروج الزماں'،اور ' کتاب الاوسط' تحریر کیں اور تاریخ نویسی میں نئے اسلوب کی ابتدا کی جسے بعد میں ابنِ خلدون نے باقاعدہ سائنس کی صورت دی۔بغداد میں پیدا ہوئے اور ۹۵۷ء میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔
ابوالوفا	نے علمِ مثلث Trignometry کی ترقی میں بے مثال خدمات سرانجام دیں اور جیب زاویہ (Sine O) کی عمومیت ثابت کی۔چاند میں تبدیلیوں پر بھی تحقیق کی۔۹۴۰ء میں پیدا ہوئے، ۹۹۸ء میں بغداد میں انتقال کیا۔
البیرونی	نے علمِ طبیعات میں دریافت کیا کہ روشنی آواز سے زیادہ تیز رفتار ہے۔علمِ ہیئت پر شہرۂ آفاق کتاب ' قانون مسعودی' لکھی۔کتاب ' آثار الباقیہ' میں نظریہ پیش کیا کہ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہے۔افغانستان میں ۹۷۳ء میں پیدا ہوئے،محمود غزنوی کے دور میں ہندوستان کے بہت سفر کیے۔۷۵ سال عمر میں ۱۰۴۸ء میں انتقال ہوا۔
عمر خیام	علومِ ریاضی، ہیئت،طب،اور طبیعات پر لاثانی تصانیف کی وجہ سے مشہور ہیں۔جدید الجبرا کی بنیاد ڈالی،شمسی کیلنڈر ' تاریخِ جلالی' مرتب کیا جو ۶۰۰ سال بعد مرتب ہونے والے گریگورین کیلنڈر سے زیادہ درست ہے۔زیورات میں پتھر نکالے بغیر سونے کا صحیح وزن معلوم کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ایران کے صوبہ خراسان کے دارالحکومت نیشاپور میں ۱۰۴۸ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے رباعیاں بھی لکھیں۔آپ کا انتقال مغرب کی نماز کے دوران سجدے کی حالت میں حرکتِ قلب بند ہونے سے ہوا۔

محمد بشیر ہرل
۱۵ جنوری ۲۰۱۶ء

ایران کی تاریخ پر ایک سرسری نظر

01.01.2011

(ہندوستان اور افغانستان کے حالات تو ہمیں معلوم ہی ہیں، البتہ مغربی ہمسایہ ایران کی تاریخ اکثر دوستوں کی دلچسپی کا باعث ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں)۔

حمد بشیر ہرل

مدنی زندگی کی ابتداء	۴۰۰۰ ق م	قبائل نے موجودہ ایران کے علاقہ میں پہاڑوں یا صحراؤں کے درمیان محفوظ مقامات پر گاؤں کی شکل میں جمع ہونا شروع کیا۔
اولین ریاست	۲۷۰۰ ق م	منتشر قبائل نے مجتمع ہو کر ریاست تشکیل دی، اور جنوب مغربی ایران میں سُوس کے مقام کو دارالحکومت بنایا۔
زرتشت	۱۰۰۰ ق م	زرتشت نے مشرقی ایران میں قدیم توحیدی مذہب کی ابتدا کی۔
سوس کی تباہی	۶۳۹ ق م	آشوریوں نے حملہ کر کے سوس کو تباہ کر دیا۔
آریہ	۶۲۵ ق م	زمین کی تلاش میں سرگرداں آریہ قبائل نے مغربی ایران میں میڈ حکومت کی بنیاد ڈالی۔
سائرس	۵۵۹ ق م	سائرس اعظم نے میڈز اور فارسی قبائل کو متحد کر کے مرکزی فوج کی تشکیل دی۔ اور پارس کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔
فتحِ بابل	۵۳۹ ق م	سائرس اعظم نے بابل کو بھی فتح کر لیا۔ اور وہاں سے یہودی غلاموں کو آزاد کر دیا۔
وفات سائرس	۵۳۰ ق م	دنیا کی عظیم ترین سلطنت کی بنیاد ڈالنے اور تاریخ میں پہلی دفع حقوقِ انسانی کو دستاویزی شکل دینے کے بعد سائرس اعظم جنگ میں مارا گیا۔
دارا	۵۲۲ ق م	دارا نے پرشیا (فارس) کا بادشاہ بن کر سلطنت کو یونان تک توسیع کر دی۔
یونان	۴۹۰ ق م	یونان نے بڑھتے ہوئے دارا کو میراتھن کے مقام پر شکست دے کر لگام دی۔
یونانی فتح	۴۷۹ ق م	یونانیوں کے ہاتھوں دارا کے بیٹے کو حتمی شکست۔
سکندر	۳۳۰ ق م	سکندر یونانی نے فارس کو فتح کیا، لیکن مقامی لوگوں کو ہی حکومت سونپ کر آگے بڑھ گیا۔
سکندر کی موت	۳۲۳ ق م	سکندر یونانی بابل میں فوت ہو گیا (اس کے مرتے ہی اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔
پارتھی	۱۴۱ تا ۲۲۴ عیسوی	پارتھی حکومت دجلہ سے مشرقی تمام علاقوں پر قائم ہو گئی۔
ساسان	۲۲۴ تا ۶۵۰ء	ساسانیوں کی طرف سے فارسی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد جاری رہی۔
عرب	۶۳۳ء	ساسانیوں پر عربوں (مسلمانوں) کا حملہ۔
شیعہ سنی	۶۴۴ تا ۶۸۰ء	مذہب اسلام کی سنی اور شیعہ فرقوں میں تقسیم۔
بنوامیہ	۶۶۱ تا ۷۵۰ء	بنوامیہ نے دمشق میں دارالحکومت قائم کر کے اسلامی سلطنت کو عظیم وسعت سے ہمکنار کیا۔
بنوعباس	۷۵۰ء	عباسیوں نے بنوامیہ کو مغلوب کر کے دارالحکومت بغداد میں منتقل کر دیا۔
عربی گرامر	۸۴۰ تا ۸۵۰ء	ان دس سالوں میں ایرانی علماء نے عربی کی گرامر کو مرتب کیا، اور الجبرا ایجاد کیا۔
منگول	۱۲۵۶ء	وسطی ایشاء کے منگولوں کا ایران پر حملہ اور قبضہ۔ اور ان کی اکثریت مقامی اثر کے تحت بتدریج مشرف بہ اسلام ہو گئی۔
صفوی	۱۵۰۱ تا ۱۷۲۲ء	صفوی حکمرانوں نے فارس کو متحد کیا اور شیعہ اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا۔
نادرشاہ	۱۷۳۶ تا ۱۷۴۷ء	نادرشاہ نے افغان بغاوت کو کچل کر ہندوستان کا کچھ حصہ بھی سلطنت میں شامل کر لیا۔
قاچار	۱۷۹۴ تا ۱۹۲۵ء	قاچار حکومت کا یہ دور ایران کی تاریخ میں زوال کا دور سمجھا جاتا ہے۔
روس	۱۸۰۴ء	پہلی روس ایران جنگ میں روسی خلیج فارس تک پہنچنے ہی والے تھے کہ برطانیہ نا اہل قاچاروں کی مدد کو آ پہنچا۔
روس	۱۸۱۳ء	معاہدہ گلستان کے تحت روس نے وسطی ایشیاء کا وسیع رقبہ قاچاروں سے ہتھیا لیا۔
روس	۱۸۲۶ء	برطانوی ایماء پر ایرانیوں نے روس سے وسطی ایشیا کا علاقہ واپس لینے کی کوشش کی جس سے روس سے پھر جنگ چھڑ گئی۔
روس	۱۸۲۸ء	روس کے خلاف جنگ میں ایران کو شکست ہوئی، ۲۰ ملین روبل جرمانہ روس کو دینا پڑا، اور روسی تاجروں کو بلا روک ٹوک پورے ایران میں تجارتی رسائی حاصل ہوئی۔
امریکہ	۱۸۳۴ء	اولین امریکی مشنری کی ایران میں آمد، جس نے دو اسکولوں اور ایک اخبار کا اجراء کیا۔
امریکہ	۱۸۵۶ء	امریکہ نے ایران کو تجارتی حصہ دار (most favoured nation) کا درجہ دیکر خوشگوار تعلقات کی ابتدا کی۔

امریکہ	۱۸۷۸ء	ایک امریکی ڈاکٹر نے اُرمیا کے مقام پر ایران کا پہلا جدید ہسپتال و میڈیکل اسکول شروع کیا۔
برطانیہ	۱۸۸۲ء	برطانیہ کو تمبا کو پر اجارہ داری دینے کے معاہدہ کے خلاف تاجروں، علماء اور قوم پرستوں نے بھرپور بغاوت کی۔
برطانیہ	۱۹۰۱ء	ایک برطانوی کمپنی کے ساتھ ایران میں تیل کی تلاش کا ۶۰ سالہ معاہدہ۔
جمہوریت	۱۹۰۵ تا ۱۹۱۱ء	آئینی انقلاب کے ساتھ ایران میں نئے دور کا آغاز ہوا۔ پارلیمنٹ نے بادشاہ کے اختیارات کم کر دئے۔
تقسیم	۱۹۰۷ء	روس اور برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ جس کے تحت شمالی ایران پر روس، اور جنوبی ایران پر برطانیہ کا اثر تسلیم کیا گیا۔
تیل	۱۹۰۸ء	برطانوی کمپنی نے ایران میں تیل تلاش کر لیا۔ اور پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانوی حکومت نے اس کمپنی کے اکثریتی حصص خرید لئے۔
معاشی تنظیم نو	۱۹۱۰ء	ایران کی درخواست پر ایک امریکی ماہر نے ایران کے معاشی نظام کی تنظیم نو کی۔
برطانوی معاہدہ	۱۹۱۹ء	برطانیہ کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت برطانیہ کو ایران میں خصوصی سیاسی معاشی اور فوجی سہولتیں حاصل ہوئیں۔
رضا پہلوی	۱۹۲۱ء	ایک جدت پسند فوجی افسر رضا خان نے حکومت پر قبضہ کر لیا، اور خود کو .. بادشاہ رضا شاہ پہلوی. قرار دیدیا۔
ایران کا نام	۱۹۳۵ء	فارس کی حکومت نے تمام اقوام عالم سے باضابطہ درخواست کردی کہ ان کے ملک کو آریہ نسل ہونے کی وجہ سے ایران کے نام سے پکارا جائے۔
حملہ	۱۹۴۱ء	دوسری جنگ عظیم کے دوران اتحادیوں، روس اور برطانیہ نے بحیرہ عرب تک رسائی کی خاطر ایران پر حملہ کر کے رضا شاہ پہلوی کو معزول کر دیا۔
بحیرہ کیسپئین	۱۹۴۶ء	اقوام متحدہ اور امریکہ کے دباؤ پر روس نے بحیرہ کیسپئین کے قریب ایران کا شمال مغربی علاقہ خاک کر دیا۔
مصدق	۱۹۵۱ء	مصدق وزیراعظم منتخب ہوئے اور تیل کی صنعت کو قومی ملکیت میں لے کر برطانویوں کو ملک بدر کر دیا۔
مصدق کی معزولی	۱۹۵۳ء	برطانیہ نے امریکی سی آئی اے کی مدد کے ساتھ مصدق کے خلاف کامیاب بغاوت کروا کہ بادشاہ کو بحال کروا دیا۔
افیون پر پابندی	۱۹۵۵ء	طبی اور تفریحی مقاصد کے لئے صدیوں سے زیر استعمال، افیون کی کاشت اور استعمال پر پابندی لگا دی گئی۔
ساوک	۱۹۵۷ء	امریکی سی آئی اے کی مدد سے شاہ ایران نے ساوک نامی خفیہ پولیس کی بنیاد ڈالی۔
ایٹمی تحقیق	۱۹۷۰ء	امریکہ پر امن ایٹمی تحقیق میں ایران کی مدد پر رضامند۔
ایٹمی توانائی کمیشن	۱۹۷۳ء	ایران میں ایٹمی توانائی کی تنظیم کا قیام۔ ٹیکنالوجی، تربیت، اور ایٹمی ایندھن امریکہ نے مہیا کیا۔
Black Friday	۱۹۷۸ء	تہران میں ۸ ستمبر ۱۹۷۸ء کو بیس ہزار مظاہرین پر شاہی فوج کی فائرنگ۔
رضا شاہ ملک بدر	۱۹۷۹ء	۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو روز افزوں مظاہروں کے بعد ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو رضا شاہ پہلوی ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ امریکہ کا پناہ دینے سے انکار۔
آئیت اللہ خمینی	۱۹۷۹ء	فرانس سے واپسی پر ۵۰ لاکھ ایرانیوں کی طرف سے رہنمائے انقلاب، آئیت اللہ خمینی کا فقید المثال استقبال۔
شاہ کا علاج	۱۹۷۹ء	امریکی صدر کارٹر کی طرف سے رضا شاہ پہلوی کو امریکہ میں علاج کروانے کی اجازت (۱۹۷۹-۱۰-۲۲)
امریکی یرغمالی	۱۹۷۹ء	۴ نومبر ۱۹۷۹ کو طلبہ کا امریکی سفارت خانے پر حملہ۔ ۶۱ امریکیوں کو یرغمال بنا لیا گیا۔
انقطائے تعلق	۱۹۸۰ء	۷۔ اپریل ۱۹۸۰ کو امریکہ نے ایران کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر دئے۔
شاہ کی موت	۱۹۸۰ء	۲۷ مارچ ۱۹۸۰ کو مصر میں زیر علاج سابق شاہ ایران کی وفات۔
عراقی حملہ	۱۹۸۰ء	امریکی ایماء اور مدد کے بل پر عراق نے ایران پر حملہ کر دیا اور ۱۰ سال تک ایران عراق جنگ رہی۔
امریکی اسلحہ دوبارہ	۱۹۸۵ء	لبنان میں امریکی یرغمالیوں کو آزاد کروانے میں مدد کی شرط پر امریکہ کی طرف سے ایران کو دوبارہ اسلحہ کی سپلائی شروع۔
ایرانی مسافر جہاز تباہ	۱۹۸۸ء	امریکہ نے ایرانی مسافر طیارہ مار گرایا۔ ۲۹۰ مسافر جاں بحق۔
خمینی کی وفات	۱۹۸۹ء	۳ جون کو آئیت اللہ خمینی کی وفات۔ خامنہ ای جانشین۔
دوبارہ پابندی	۱۹۹۶ء	امریکہ طرف سے دوبارہ ایران اور لیبیا پر تجارتی پابندیاں۔
بدی کا محور	۲۰۰۲ء	امریکی صدر بش کی طرف سے ایران کے بارے میں بدی کا محور کے الفاظ کی ادائیگی کو ایران نے اعلان جنگ قرار دے دیا۔
ایٹمی تنصیبات	۲۰۰۳ء	بین الاقوامی توانائی ایجنسی کی طرف سے ایرانی تنصیبات کا معائنہ۔ کوئی قابل اعتراض معلومات نہیں ملیں۔
۳۰۰۰ سینٹری فیوج	۲۰۰۷ء	ایرانی صدر احمدی نژاد کا اعلان کہ ۳۰۰۰ ہزار سینٹری فیوج یورینیم افزودہ کرنے میں مصروف ہیں۔
ایٹمی پروگرام ختم	۲۰۱۶ء	جنوری ۲۰۱۶ء میں ایران نے ایٹمی پروگرام بند اور تنصیبات اکھاڑ دیں جس سے اقتصادی پابندیاں اٹھالی گئیں۔

خواب اور تعبیر

لہو برسا، بہے آنسو، لٹے رہرو۔ کٹے رشتے --- ابھی تک نامکمل ہے مگر تعبیرِ آزادی

Radcliffe Boundry Commission Award

آزادی کی تحریک دو دہائیوں سے عروج پر تھی۔ ہندوستان کو آزاد کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ دوسری جنگِ عظیم نے برطانیہ کی معیشت تباہ کر دی تھی اور ۱۹۴۵ کے بعد وہ جلد از جلد ہندوستان سے نکل جانا چاہتا تھا۔ فروری ۱۹۴۷ء میں لارڈ ویول کو تبدیل کر کے لارڈ مونٹ بیٹن کو وائسرائے بنا دیا گیا جس نے ۱۵ اگست کو اقتدار منتقل کرنے کا اعلان کر دیا۔ ماؤنٹ بیٹن انڈیا کے بارے میں افسانوی باتوں سے زیادہ نہیں جانتا تھا اور یہاں آتے ہی میاں بیوی پنڈت نہرو کی دلفریب شخصیت کے زیرِ اثر نہرو کے ذاتی اور خاندانی دوست کی حیثیت اختیار کر گئے۔ قائدِ اعظمؒ اپنے مزاج کے مطابق قائدے قانون کے پابند لیکن مدلل بات کرنے کے عادی تھے۔ مسلم لیگ میں گنتی کے چند پروفیشنلز کے علاوہ زیادہ تر زمیندار تھے جو محنت کی بجائے پکی پکائی کھانے کے عادی تھے اور پاکستان بن جانے کے یقینی آثار دیکھ کر ہی مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے۔ سر محمد ظفر اللہ خان قائدِ اعظم کے قریبی معتمد تھے۔ وہی ظفر اللہ خان جو اقوامِ متحدہ میں ہمارے نمائندہ، ہمارے وزیرِ خارجہ اور ہیگ میں عالمی عدالتِ انصاف کے صدر بھی رہے۔ چنانچہ دونوں جماعتوں مسلم لیگ اور کانگرس کو تیزی کے ساتھ تیاری کرنا پڑ گئی۔ سرحدوں کا ایک خاکہ پہلے وائسرائے لارڈ ویول نے تیار کر رکھا تھا، تاہم باقاعدہ سرحد کے تعین جیسے مشکل کام کے لیے جون ۱۹۴۷ء میں برطانیہ سے لارڈ مونٹ بیٹن کے کالج کے دوست ایک سینیئر قانون دان، سر سائرل ریڈکلف کو مشرقی اور مغربی سرحدوں کے باؤنڈری کمشنوں کا صدر نامزد کر دیا گیا مغربی باؤنڈری کمشن میں کانگریس کے نامزد دو ارکان جسٹس موہن چند مہاجن اور تیجا سنگھ تھے۔ تیجا سنگھ کی بیوی اور دو بچے کمشن کے اجلاس سے چند ہفتے قبل لاہور میں فسادات میں قتل کر دیے گئے تھے۔ مسلم لیگ کے نامزد ارکان جسٹس منیر اور جسٹس دین محمد تھے۔ کمشن کا چیئرمین ریڈکلف ہندوستان میں پہلی دفعہ آیا تھا اور یہاں کے لوگوں، حالات یا جغرافیہ سے بالکل ناواقف تھا۔ نیز وہ قانون دان تھا، جغرافیہ یا سروے اُس کے لیے اجنبی تھے۔ اس طرح پانچ قانون دانوں کا کمشن سرحدوں کے تعین جیسے تفصیلی کام کے لیے مقرر ہو گیا جس نے مغربی اور مشرقی دونوں سرحدوں کا تعین کرنا تھا۔ کمشن میں دونوں سیاسی جماعتوں کے نمائندے کسی بات پر متفق نہ ہو سکے۔ دونوں جماعتوں نے اس کمشن میں اپنا اپنا کیس پیش کرنے کے لیے ایک ایک سینیئر قانون دان مقرر کیا جس کی مدد کے لیے درجن بھر وکلا ہر جماعت کی طرف سے مہیا کیے جانے تھے۔ مسلم لیگ کا وہ وکیل سر ظفر اللہ خان تھے۔ اس پسِ منظر سے آپ کو اس ذمہ داری کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا ہو گا جو باؤنڈری کمشن کے سامنے پیش ہونے والے وکلا کو درپیش تھی۔ ظفر اللہ خان نے آؤٹ لائن تیار کر کے تفصیلات تیار کرنے کی خاطر مسلم لیگ سے وکلا کا پینل طلب کیا جو نواب ممدوٹ کے ذمہ لگا اور انہوں نے یقین دہانی کرا دی کہ ایک مقررہ تاریخ کو ۶ وکلا کا پینل ظفر اللہ کی بتائی ہوئی لائن پر پورا کیس تیار اور ٹائپ کر کے، ۳ ٹائپ رائٹروں اور ٹائپسٹوں سمیت نواب صاحب کی کوٹھی پر موجود ہو گا۔ سر ظفر اللہ پہنچیں گے تو رات کو وکلا کے ساتھ میٹنگ میں کیس کا جائزہ لے کر اگر کوئی ترمیم ہوئی تو ٹائپ کروا کے تیار شدہ کیس پر دستخط کر کے کمشن کے سامنے پیش ہو جائینگے۔ مشرقی باؤنڈری کمشن کو بالخصوص کلکتہ اور چٹاگانگ کا، اور مغربی کمشن کو، پنجاب کی تقسیم کا مشکل کام درپیش تھا۔ ریڈکلف ۸ جولائی کو انڈیا پہنچ گئے اور سماعت کی تاریخ مقرر کر دی۔ اس دوران ایک ملاقات کے بعد اُس نے وائسرائے سے بھی فاصلہ رکھا اور اپنے آپ کو ہر طرح سے غیر جانبدار ثابت کیا۔ ایسے کسی فریق کے ساتھ ہمدردی یا دلچسپی بھی نہ تھی۔ وہ سرد مہری کے ساتھ اپنے کام میں جُٹ گیا۔ سر ظفر اللہ اطمینان سے تاریخ سماعت سے پہلی شام لاہور پہنچ گئے اور ریلوے سٹیشن پر خوب نعروں سے ان کا استقبال کیا گیا۔

یہاں ذرا رُک جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ سرحد کے تعین میں بڑے مسائل کیا تھے۔۔۔

مشرق میں چٹاگانگ کی پہاڑیوں کے بُدھ قبائل مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں شامل ہونا چاہتے تھے لیکن اس سے مشرقی پاکستان کے پاس سمندر تک کا راستہ ہی نہ بچتا۔ کانگریس ہر قیمت پر کلکتہ کو جو کہ بنگال کا دارالحکومت تھا، ہندوستان میں شامل کروانا چاہتی تھی۔ پنجاب میں گورداسپور اور فیروز پور کے اضلاع کا مسئلہ درپیش تھا جہاں آبادی کی اکثریت مسلمان تھی لیکن گورداسپور کی تحصیل بیکانیر سکھ زمینداروں کی وسیع زمینیں تھیں جن کو سیراب کرنے والا ہیڈورکس اور نہری نظام سکھوں کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا اور وہ آبپاشی کے اس نظام کو مسلمان ملک کے قبضہ میں دینے کے خلاف مسلح مظاہروں اور قتل و غارت شروع کر چکے تھے اور کانگرس ان کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ کشمیر کی ریاست خودمختار ہونے کی وجہ سے باؤنڈری کمشن کے دائرہ کار میں نہیں آتی تھی لیکن اگر گورداسپور ہندوستان کو ملتا تو نہ صرف ایک زرخیز خطہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا بلکہ ہندوستان کو کشمیر میں داخلے کا راستہ بھی مل جاتا۔ اب آپ کو ہمارے وکلا کے کام کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔

ریلوے سٹیشن پر شاندار استقبال کے بعد سر ظفر اللہ خان جب نواب ذوالفقار خان ممدوٹ کی کوٹھی پہنچے تو وکلا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ جگر تھام لیجیے حضرات! نواب ممدوٹ کو وکیل مقرر کرنے کا یاد ہی نہیں رہا تھا اور ظفر اللہ کا تیار کردہ خاکہ بھی الماری میں ویسے کا ویسا پڑا تھا۔ بے بسی میں کہیں سے ایک دو وکیل ڈھونڈے گئے تو ٹائپسٹ اور ٹائپ رائیٹر مفقود۔ رات ہو چکی تھی۔ لاچار ظفر اللہ خان نے سیشن جج کو فون کیا تو اُس نے ایک ٹائپسٹ بھجوایا۔ رات بھر میں جو بن پڑا، کیس ٹائپ کروایا لیکن جو نقشے اور کاغذات بطور evidence درکار تھے ان کے بغیر ہی اگلی صبح کمشن میں پیش ہونا پڑا۔ تاہم وہ مطمئن تھے کہ ان کی تجاویز قبول ہو جائیں گی۔

سر ریڈکلِف نے اپنا نقشہ فائنل کر کے ۹ اگست کو وائسرائے کو دے دیا لیکن ماؤنٹ بیٹن نے اس کا اعلان ۱۷ اگست کو کیا گیا۔ ۱۶ اگست کو دونوں فریقوں کے وکلا کو دیکھنے کے لیے صرف دو گھنٹے کا وقت دیا گیا جس میں کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ریڈکلف کے سیکرٹری مسٹر ریڈ کے بقول واقعاتی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہرو اور پٹیل کو پنجاب کی سرحدوں کا علم ہو گیا تھا۔ چاہے ماؤنٹ بیٹن نے بتایا ہو یا ریڈکلف کے ہندو اسسٹنٹ سیکرٹری نے۔ جب ریڈکلِف نے دیکھا کہ اس کے ایوارڈ کا اعلان بروقت نہیں کیا گیا تو وہ اپنا سارا ریکارڈ ضائع کر کے یومِ آزادیِ ہندو پاک ۱۵ اگست کو ہی واپس چلا گیا۔ اس نے خود برطانوی پریس کو بتایا کہ انڈیا کی جولائی اگست کی گرمی اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ ۹ اگست سے ۱۷ اگست کے اسی ایک ہفتہ کے دوران دریائے ستلج سے مشرق کی طرف والا گورداسپور کا پورا ضلع ہندوستان میں شامل کر دیا گیا جہاں واضح مسلم اکثریت تھی۔ صرف ایک تحصیل شکر گڑھ جو راوی کے اِس پار تھی، پاکستان کو دی گئی۔ ریڈکلِف نے اس کی تلافی کے لیے فیروز پور ضلع کی دو تحصیلیں فیروز پور اور زیرہ پاکستان میں شامل کرنے کی پوری کوشش کی لیکن اس کا بس نہ چل سکا۔ سر ظفر اللہ نے اس ایوارڈ پر شدید حیرت کا اظہار کیا لیکن ریڈکلف کمشن کا ریکارڈ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہم کبھی نہ جان سکیں گے کہ یہ تبدیلی خود ریڈ کلف نے کی تھی، کروائی گئی تھی، یا اس کی خواہش کے برعکس کر دی گئی تھی۔ وہ کیوں ایوارڈ کے اعلان سے پہلے واپس چلا گیا اور اس نے کیوں جاتے ہوئے اپنا سارا ریکارڈ ضائع کر دیا۔ تقسیمِ ہند کے ۱۷ اگست کو اعلان کردہ نقشے نے ڈیڑھ کروڑ لوگوں کو دونوں طرف نقلِ مکانی پر مجبور کیا، پانچ لاکھ اپنی جان سے گئے اور لاکھوں زخمی اور اپاہج ہو گئے۔ حالانکہ کمشن کے ذمہ ایسی سرحدوں کا تعین کرنا تھا کہ کم سے کم لوگ نقلِ مکانی پر مجبور ہوں۔ جب ریڈکلف نے دیکھا کہ اس کا ایوارڈ اتنے عظیم سانحے great tragedy کا باعث بن گیا ہے تو پچھتاوے کے طور پر اپنی تنخواہ جو تین ہزار پونڈ ماہانہ تھی، وہ واپس کر دی۔ ہائے اُس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا۔ قائدِ اعظم جو پہلے ہی بیمار تھے، دو طرفہ ہجرت کے اس عظیم صدمے سے جانبر ہی نہ ہو سکے۔

یہ بمی رام کہانی اس لیے سنائی ہے کہ سیاست اور قومی امور میں callous بے حس رویہ اور صرف نعروں کی بجائے سوچ بچار اور محنت کرنے والے لوگوں کو آگے لانا چاہیے۔ بدقسمتی سے قائدِ اعظم کو بہت کم تعداد میں ایسے مخلص اور محنتی ساتھی میسر تھے۔ اب اگر ہم ووٹ دیتے وقت کچھ سوچنا شروع کر دیں تو شائد ہمارا کل ہمارے ماضی سے بہتر ہو سکے۔

محمد بشیر ہرل ۱۴۔ اگست ۲۰۱۵ء

۲۴ اکتوبر ۲۰۱۱ء

پاکستان میں بزرگوں کے مسائل،

انکی ضروریات، اور معاشرہ کی ذمہ داریاں

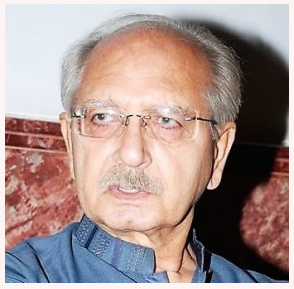

محمد بشیر ہرل

(یہ انٹرویو بزرگ شہریوں کے عالمی دن کے موقعہ پر ریڈیو FM-93 فیصل آباد سے
سوموار ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو بوقت ۵:۳۰ شام پروگرام "ٹھنڈی چھاؤں" میں نشر کیا گیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہمارے پیدا کرنے اور پالنے والے نے اپنی کتاب ہدائت میں واضح الفاظ میں کہا ہے کہ اگر تمہارے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے، تو خبردار، ان کی کسی بات پر ناگواری کا اظہار نہ کرنا۔ اگر بزرگ بات ہی آپ کی پسندیدہ کر رہے ہیں تو آپ کو ناگوار کیوں لگے گی۔ ناگواری تو ہوتی ہی ایسی بات پر ہے جو ضروری نہ ہو، بار بار دہرائی جائے یا جب بے صبری ظاہر کی جائے۔ ایسی ہی صورتحال میں برداشت، احترام اور شائستگی کی تاکید کی جارہی ہے۔ یہ بہت اہم حکم ہے۔ اس پر عمل بعض اوقات اتنا آسان نہیں ہوتا لیکن حکم کی تعمیل آسانی سے مشروط نہیں۔ چنانچہ میں اپنے ان دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جن کو ایسے حالات درپیش ہیں۔ بالعموم چالیس برس سے زیادہ عمر کے خواتین وحضرات، جن کی اولادیں جوان ہو رہی ہیں، سماجی اور معاشرتی ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ بزرگ والدین کی صحت اور بے چینی جیسے مسائل بھی درپیش ہیں۔ ان کے لئے میں دوبارہ اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں: کہ اگر تمہارے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے، تو خبردار، ان کی کسی بات پر ناگواری کا اظہار نہ کرنا۔ آپ کے پاس وقت کم ہوتا ہے اور بزرگ وقت بہت مانگنے لگتے ہیں۔ مختلف معمولات پر انکی رائے آپ سے متفق نہیں ہوتی۔ بس اسی آزمائش میں کامیاب ہونا ہے۔ اور میری وہ بیٹیاں جو بہو کا رول ادا کر رہی ہیں ان کو میرا بالخصوص یہ پیغام ہے کہ جس قدر خلوص سے خدمت کرلیں گی، اتنا ہی زیادہ اجر آخرت میں، اور اسی زندگی میں اپنے بڑھاپے میں پانے کی مستحق ہونگی۔ بزرگوں کی سماعت، بصارت، عمومی صحت اور بسا اوقات یادداشت بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔ بس یہی آپکی آزمائش ہے۔ بزرگ بوجھ نہیں، باعثِ برکت ہیں، غیر مشروط ہمدرد ہیں۔ زندگی کے اتار چڑھاؤ دیکھ چکے ہیں۔ وہ ہماری رہنمائی جس خلوص سے کرسکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ یاد رکھئے، وہ آپ جیسی جوانی دیکھ چکے ہیں لیکن آپ نے ان جیسا بڑھاپا ابھی نہیں دیکھا۔

ہمارا معاشرہ مغرب سے مختلف ہے اور خوش قسمتی سے ہمارے کلچر میں بزرگوں سے محبت اور ان کی خدمت کا عنصر بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن اخراجاتِ زندگی اور مصروفیات میں اضافہ کی وجہ سے، بالخصوص شہروں میں کچھ مشکلات پیش آرہی ہیں اکا دکا اولاد اپنے اس خوشگوار فرض کی ادائیگی میں مشکل محسوس کر رہی ہے۔ جب جوان لوگ اور بچے اپنی تعلیمی کاروباری سماجی اور گھریلو مصروفیات میں محو ہوتے ہیں تو بزرگوں کو تنہائی کا احساس ہوتا ہے جس کے لئے **ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک ایسے مرکز بالا کی ضرورت** ہے جہاں علاقہ کے بزرگ مل بیٹھیں، مطالعہ کریں، اخبار پڑھیں ٹی وی دیکھیں اور تبادلہ خیال کریں۔ یہ ہمارے معاشرہ کی اور حکومت کی ذمہ داری ہے۔ بالخصوص میں یہ سفارش کرونگا کہ ۶۰ سال سے زائد عمر کے **ہر بزرگ مرد عورت کا ہر قسم کا علاج مفت اور آسانی سے میسر ہو** کیونکہ بڑھاپے میں انسان کے وسائلِ آمدن کم بلکہ ختم ہوجاتے ہیں، اور علاج معالجہ کی ضروریات بہت بڑھ جاتی ہیں۔

عام طور پر ہمارے معاشرہ میں بزرگوں کا احترام کیا جاتا ہے۔ لیکن انتظامیہ کے اہلکار غفلت کرجاتے ہیں۔ مثلاً پنشن لینے والے بزرگ لمبی لائنیں لگا کر گرمی اور سردی میں انتظار کر کے تھک جاتے ہیں۔ نہ سایہ نہ پانی۔ اسی طرح ریٹائر ہونے والے بہت سے بزرگ اپنے واجبات کے لئے بار بار چکر لگانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ **چاہیئے یہ کہ ہر کسی کی پنشن اس کے بنک اکاؤنٹ میں خود بخود جمع ہوجائے**۔ ایسے مسائل پر بہت سنجیدگی سے توجہ دی جانی چاہیئے۔ سرکاری سطح پر بزرگ شہریوں کے مسئلہ پر توجہ دی جارہی ہے۔ نادرا نے بزرگوں کو لائین میں لگنے سے اور شناختی کارڈ کی تجدید سے مستثنیٰ کردیا ہے۔ ہسپتالوں میں الگ کاؤنٹر بنادئے گئے ہیں اور انکم ٹیکس میں بہت رعایت دے دی گئی ہے۔ PIA نے بھی اپنے ٹکٹس پر 10% رعایت دے دی ہے۔ لاہور میں مقامی بسوں میں مفت سفر کی سہولت دے دی گئی ہے

لیکن اس میں لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی سے سینئر سیٹیزن کارڈ بنوانے کی شرط ہے جس کی **کاروائی سادہ کرنے کی ضرورت ہے**۔میری رائے میں ہمارا زور بوڑھوں کے لئے الگ گھر بنانے پر نہیں ہونا چاہیئے ۔یہ مغربی کلچر ہے ۔ہمارے یہاں زور **مفت اور مکمل علاج معالجہ پر ہونا چاہئے**،اور،**ایسے بزرگوں کو الاؤنس دینے کا بندوبست ہونا چاہیئے جنکی کوئی پنشن نہ ہو**۔اس فنڈ میں مخیّر حضرات اور NGOs کو بھی بھرپور مالی مدد کرنی چاہیئے ۔

۲۰۰۷ء میں صدر پرویز مشرف صاحب کے دور میں سینئر سیٹیزنز ایکٹ کا مسودہ تیار کیا گیا تو اس کو قومی اسمبلی میں پیش ہونے کی نوبت ہی نہ آئی ۔وہی بل کچھ ترمیم و اصلاح کے بعد ۲۰۰۹ میں پیش کرنے کے لیئے تیار ہوا تو پھر داخلِ دفتر ۔ **اب البتہ** معلوم ہوا ہے بالآخر ایک مہینہ پہلے 23.09.2011 کو اس مسودہ کو فائنل کرلیا گیا ہے اور کابینہ کو بھیج دیا گیا ہے جس کی منظوری کے بعد قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔اس بل کے مطابق ایک سینئر سیٹیزنز کونسل تشکیل دی جائیگی جس کا ابتدائی بجٹ ایک ارب روپے ہوگا، اس کے سربراہ وزیرِ اعظم پاکستان ہوں گے،اور اس کے ارکان میں سوشل ویلفیئر کے وزیر اور سیکریٹری،قومی اسمبلی کے سپیکر، سینٹ کے چیئرمین، بیت المال، زکواۃ اووسوشل ویلفیئر کے سیکریٹریز شامل ہوں گے ۔یہ کونسل سال میں دوا جلاس کرے گی ۔اگر چہ ہمارے بزرگ اولڈ ہوم میں رہنا پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اولاد ان کو الگ رکھنا پسند کرتی ہے،تاہم یہ کونسل ہر صوبے میں ایک ایک سینئر سیٹزن سنٹر قائم کرے گی جن میں پچاس پچاس بزرگوں کی رہائش کا انتظام ہوگا۔جس میں ان کی ذہنی جسمانی اور جذباتی آسائش کا خیال رکھا جائے گا۔ملک بھر میں بزرگوں کی صحت اور علاج معالجے کا منصوبہ بنایا جائے گا۔سفر میں سہولت اور رعایت کا اہتمام کیا جائے گا۔بزرگوں کی مہارت اور تجربہ سے فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنایا جائے گا۔بزرگوں کی معاشی خودمختاری کی کوئی صورت نکالی جائے گی،اور ایسے ادارے قائم کئے جائیں گے جو بزرگوں کے مسائل کی نشاندہی اور ان کے حل کی تجاویز مرتب کریں گے۔

ہماری **جناب وزیر اعظم سے درخواست ہے کہ اس بل کی کابینہ سے فوری منظوری، اور پارلیمنٹ سے جلدی قانون سازی میں ذاتی دلچسپی لیں** ۔

حاصلِ مطالعہ

فکرِ اقبال کے ارتقا پر ان کے عہد کے اثرات

محمد بشیر ہرل

۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء

یومِ اقبال کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سینیئر نائب صدر جناب محمد بشیر ہرل نے ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات کا اجمالی تذکرہ کیا جس سے حضرت علامہ فطری طور پر متاثر ہوئے اور اپنی خداداد غیر معمولی صلاحیتوں کو پژمردہ قوم میں نیا جذبہ ابھارنے میں کامیاب ہوئے۔ اس خطاب کا اقتباس معلوماتِ عامہ کے لیے یہاں دیا جا رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں سؤر کی چربی والے کارتوسوں کی وجہ سے شروع ہونے والے ہنگامے میں مسلمانوں کی شرکت کا ہندوؤں نے فائدہ اٹھایا، تحریک کا سارا ملبہ مسلمانوں پر ڈال دیا اور خود سرکاری عہدوں اور ملازمتوں پر قابض ہوتے چلے گئے۔ ۱۸۷۷ء میں علامہ اقبال کی ولادت ہوئی۔ ۱۸۸۶ء میں سرسید نے علی گڑھ میں محمڈن ایجوکیشنل کانگرس قائم کی۔ تاکہ مسلمان جدید انگریزی تعلیم حاصل کریں اور نظامِ مملکت میں فعال ہو سکیں۔ ۱۸۸۷ء میں علامہ نی ایک تقریر میں یہ کہا کہ "تعلیمی اور معاشی لحاظ سے مسلمانوں کی حالت ایسی ہے کہ اگر ہندوستان میں جمہوری اصولِ حکومت رائج کر دیا گیا تو مسلمانوں کو قطعی طور پر ہندوؤں کا دست نگر ہونا پڑے گا"۔ ۱۸۹۳ء میں کانگرس کے متعصب صدر کی اشتعال انگیز تقریروں سے ہنگامے پھوٹ پڑے۔ ۱۸۹۸ء میں سرسید کی وفات ہو گئی۔ ۱۸۹۹ء میں اقبال گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں ہندوؤں نے اردو کی بجائے ہندی کو سرکاری زبان بنانے کی مہم چلائی تو ۱۹۰۰ء میں اردو زبان کے تحفظ کے لئے علی گڑھ میں اردو ڈیفنس ایسوسی ایشن قائم کی گئی۔

اس دور میں اکثر نوجوان سرسید کے نظریات سے متاثر تھے۔ اقبال کو بھی ان حساس نوجوانوں کی طرح اپنے دور کی الجھنوں، مایوسیوں اور پسماندگی کا شعور تھا۔ سلطنتِ عثمانیہ متزلزل تھی، وسطی ایشیاء کی ریاستیں روس میں مدغم اور مسلم اکثریت کے چینی صوبے چین میں داخل ہو رہے تھے، ایران میں قدیم شاہی خاندان روز بروز کمزور ہو رہا تھا، مشرقی یورپ کے علاقوں سے مسلمان نکالے جا رہے تھے، مصر برطانیہ کی ٹھوکر میں تھا اور فرانس مراکش کو ہڑپ کرنے والا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندی مسلمان مایوس ہوتے جا رہے تھے اور اقبال کے حساس اور نقطہ رس ذہن نے اس صورتِ حال کا خوب اثر قبال کیا۔ اسی دوران ۱۹۰۶ء میں قدامت پرست طبقۂ اُمراء نے مسلم لیگ قائم کی لیکن وہ ابھی انگریز کو ناراض کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔ انڈیا کے مسلمانوں کی آنکھیں عثمانی خلیفہ کی طرف اٹھ رہی تھیں لیکن انگریز، یونانیوں کو سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف اکسا رہے تھے۔ اس وجہ سے انگریز حکمرانوں کی ہندی مسلمانوں سے کشیدگی بڑھ رہی تھی۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۴ء تک پانچ سالوں میں علامہ نے کئی قومی نظموں میں مسلمانانِ عالم کی کسمپرسی پر ماتم کیا۔ بعد کے تین سالہ قیامِ یورپ میں وہ احیائے اسلام کے لیے ملی اتحاد کی ضرورت کے اور بھی قائل ہو گئے۔ اس سے قبل علامہ کے خیالات تشکیک، تفکر اور ارتقا کے مختلف مراحل سے گزر چکے تھے، لیکن اس قیامِ یورپ نے ان کی ذہنی کایا پلٹ دی اور جب مشرقِ وسطیٰ میں وطنی قومیت کی تحریک پھیلی تو علامہ اقبال برِصغیر میں مسلم قومیت کے اولین مبلغ بن کر ابھرے۔ یہاں مسلمانوں پر سیاسی سرگرمیوں کا دروازہ بند تھا، مسلم لیگ کی قیادت انگریز کے وفادار طبقہ کے ہاتھ میں تھی۔ جنہیں ذاتی مفادات مقدم تھے اور مسلم عوام کے دلوں میں موجود سیاسی بے چینی کو صحیح قیادت میسر نہ تھی جو اس بے چینی کا رخ منظم تحریک کی طرف موڑتی۔ ان حالات میں اقبال کا ملی جذبہ "شکوہ"، "جوابِ شکوہ"، "اسرارِ خودی"، "رموزِ بے خودی" اور دیگر انقلابی شاہکاروں کی صورت میں بھڑک اٹھا تو اقبال کی آواز، رفتہ رفتہ مسلمانوں میں بیداری کی روح پھونکنے اور ان کا رخ متعین کرنے لگی۔

والسلام

محمد بشیر ہرل

سینیئر نائب صدر، دبستانِ اقبال فیصل آباد

****

حاصلِ مطالعہ

محمد بشیر ہرل

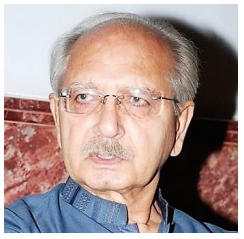

میاں اقبال صلاح الدین صاحب اور جناب منیب اقبال ایڈووکے
کا دورۂ فیصل آباد برائے الحاق و افتتاح دبستانِ اقبال فیصل آباد

استقبالیہ کلمات

۵ جولائی ۲۰۱۳ء

سپاس

محترم میاں اقبال صلاح الدین صاحب، جناب منیب اقبال صاحب، محترم اقبال فیروز صاحب، محترم پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلا، انجینئرز، بینکرز اور خواتین و حضرات! میں دبستانِ اقبال کی طرف سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کی تشریف آوری کے لیے شکریہ پیش کرتا ہوں۔ اس گرمی میں آجانے کا مطلب صاف ہے کہ اقبال کی محبت اور ان کے فلسفہ سے عقیدت ہمارے دلوں میں راسخ ہے۔ اقبال پر اُن لوگوں کا بھی دعویٰ اور حق ہے جو لطیف علمی اصطلاحات سے زیادہ شناسا نہیں۔ اقبال سب کا ہے۔ یہ آپ اہلِ علم و فضل کی ذمہ داری ہے کہ فکرِ اقبال کو اس طرح عام کیا جائے کہ ہر شہری اس کو سمجھ جائے، بالخصوص نوجوان جس کی Relevance کو سمجھ سکیں اور اُن کے اندر وہ جوش و ولولہ سرائیت کر جائے جو اقبال کے فکر و فلسفہ کی اصل روح ہے۔

حکومت نے سال ۱۹۷۷ء کو علامہ اقبال کی صد سالہ سالگرہ کا سال قرار دیا اور اقبالیات پر تحریروں کے لیے ایوارڈز کا اعلان کیا تو جہاں بہت سی معلومات مجتمع ہو گئیں وہیں کچھ غیر ثقہ تحریریں بھی وجود میں آئیں۔ یہ ملبہ نہ جانے کون اور کب صاف کر پائے گا لیکن محترم جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے زندہ رُود لکھ کر وہ عظیم کام سرانجام دے دیا ہے جو ان سے کمتر کسی انسان کے بس میں نہ تھا۔ علامہ کی شخصیت پر مستند ترین یہ کتاب 'زندہ رُود' اب ایک اہم دستاویز کی شکل میں ہمارا قومی سرمایہ ہے۔ مجھے 'میرا گریباں چاک' بھی پڑھنے کا موقعہ ملا ہے اور یہ کتاب مجھے جنرل ٹومی فرینکس کی American Soldier، اور بل کلنٹن کی My Life کی طرح بہت پسند ہے۔ دبستانِ اقبال کے قیام کی تحریک اور اس کی فکری قیادت بھی جسٹس جاوید اقبال صاحب کا ایسا کنٹری بیوشن ہے جس کے اثرات دوررس ہوں گے۔ ہم دبستان اقبال کے قیام اور اس کی خدمات کو احترام اور ستائش کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کے بانی صدر و ڈائریکٹر جناب میاں اقبال صلاح الدین صاحب اور جناب منیب اقبال صاحب کو اپنے درمیان خوش آمدید کہتے ہیں۔ چشم ما روشن، دلِ ما شاد۔ میاں صاحب آپ کو بجا طور پر لاہور کے کلچرل سٹی ہونے پر ناز ہے لیکن جناب فیصل آباد کلچرل سے کچھ بڑھ کر ہے۔ یہ ایگریکلچرل سٹی ہے یہاں کے لوگ محنتی ہیں اور سماجی طور پر یہاں پر خوبصورت کلچرل کس ملتا ہے۔

تعارف

فیصل آباد میں ہم لوگ چار سال سے درسِ اقبال کے عنوان سے کلامِ اقبال کی تعلیم و تعلم اور فہمِ اقبال کی کوشش میں مصروف ہیں اور شہر کے تمام حلقے ہماری اس کاوش سے آگاہ ہیں۔ ہم ہفتہ وار اکٹھے ہوتے ہیں اور کلامِ اقبال پڑھنے اور سمجھنے کے علاوہ ماہرینِ اقبال کے لیکچرز اور مقالات کا اہتمام کرتے ہیں۔ مرحوم پروفیسر مفتی عبدالرؤف صاحب سے ہم نے سبقاً سبقاً اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی پڑھیں۔ خدا مفتی صاحب کو غریقِ رحمت کرے، ایک ایک شعر کی تشریح میں تاریخِ اسلام کی پرتیں کھلتی چلی جاتیں، اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق ہمیں کچھ علم جذب کرنے کا موقع ملتا اور ساتھ ہی علامہ اقبال کے علمی مقام کے سامنے اپنے عجز کا حقیقی احساس بیدار ہوتا چلا گیا۔ پروفیسر عبدالرؤف مفتی صاحب کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد پروفیسر ڈاکٹر آصف اعوان صاحب کے فکر انگیز لیکچرز کا سلسلہ شروع ہوا جس کا فارمیٹ آپ فلیکس پر دیکھ رہے ہیں۔ فکرِ اقبال کے جو پہلو اور علامہ کے ملی احساس کی جو شدت ان لیکچرز سے سمجھ آئی ہے وہ فی الواقع intellectual enrichment کا باعث ہے۔ ہماری علمی جستجو اور انہماک کو دیکھ کر ایک مشہور سرجن کے علاوہ آج کی مجلس میں موجود ایک ریٹائرڈ چیف انجینئر دوست نے تبصرہ کیا کہ اس عمر میں اس محنت کا کیا فائدہ؟ حضرات اگر آپ کے ذہن میں بھی یہ سوال ابھر رہا ہو تو میں ایک مثال سے واضح کر دیتا ہوں: ایک آدمی نے کچھ لوگوں

سے استفسار کیا کہ دوسری شادی کی تمنا کس عمر تک رہتی ہے؟ لیکن کسی کے جواب سے بھی اسے اطمینان نہیں ہوا۔ ایک دن آپ جیسے ایک بزرگ نے اسے شافی جواب دے ہی دیا۔ اور وہ جواب یہ تھا کہ بھائی دوسری شادی کی تمنا کس عمر تک رہتی ہے، یہ تو معلوم نہیں البتہ قلوں والے دن تک تو رہتی ہی ہے۔ تو حضرات، حصولِ علم کی تمنا بھی وہ تمنا ہے جو قلوں والے دن تک تو رہے گی۔

اغراض و مقاصد

خواتین وحضرات! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہمارے درسِ اقبال کے مواد اور تسلسل میں کتنی سنجیدگی ہے۔ اب تک ہم صرف ایک کیمپس میں درسِ اقبال کے عنوان سے ہفتہ وار مجلس منعقد کرتے، کلامِ اقبال کی تعلیم وتشریح اور ماہرین اقبالیات کے سلسلہ وار لیکچرز کے ذریعہ اقبال فہمی کی کوشش میں اپنے حلقہ تک محدود رہے ہیں لیکن اب ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی اس کوشش کو لیکچر ہال سے باہر تک توسیع دینا ہوگی۔ سکولوں اور کالجوں میں مطالعہ اقبال کے مراکز قائم کرنا ہوں گے اور اپنے میں سے یا باہر سے ایسے اقبال فہم اہلِ علم کو تیار کرنا ہوگا، جو وہاں جا کر وقتاً فوقتاً فکرِ اقبال کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کریں اور بتدریج تعلیمی اداروں میں اقبال کو پڑھنا اور پڑھانا سکھایا جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ ہماری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے فیصل آباد کے دو اہم اور منظم نجی سکولوں نے اپنے ہاں اقبال مراکز کے قیام کی حامی بھر لی ہے اور مزید سکول کالجز انشا اللہ شامل ہوں گے۔ مذہبی مدارس میں بھی کلامِ اقبال کی تفہیم وترویج کرنی ہوگی۔ اور ہمیں ادھر اُدھر سے مالی توقعات وابستہ کیے بغیر اپنی صلاحیتوں پر ہی بھروسہ کرنا ہوگا جن کی آپ جیسے پڑھے لکھے خواتین وحضرات کی موجودگی میں کوئی کمی نہیں۔ اسی وجہ سے ہم اپنے پروگرامز کو سادہ مگر باوقار رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہم قومی تعمیرِ نو کے لئے علامہ اقبال سے اپنے تعلق کو پوری معنویت کے ساتھ ازسرِ نو استوار کرنا چاہتے ہیں۔ اقبال کے تصورِ دین میں مروجہ تصورات کی بجائے جو فلسفیانہ گہرائی اور تخلیقی حرکت ہے اس پر چل کر اسلام کو دنیا میں ایک زندہ و متحرک مرکزی حیثیت دینا ممکن ہے۔ ہمارا ریاستی ڈھانچہ جس طرح گرنے کے قریب نظر آتا ہے اور معاشرتی اقدار جس تیزی کے ساتھ رُو بہ زوال ہیں، فکرِ اقبال پر علمی و عملی کام ہمیں اس صورتحال سے نکلنے کی راہ دکھا سکتا ہے۔ محترم مہمانوں کو میری باتیں اگر جانی پہچانی لگیں، اپنے اور ہمارے منشور میں مماثلت نظر آئے تو اسے 'توارد' سمجھ لیں، یا 'میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے'، یا پھر 'All great minds think alike'۔

الحاق

محترم میاں صاحب اور منیب اقبال صاحب، آپ نے اپنی پیشہ ورانہ، صنعتی اور کاروباری مصروفیات کے باوجود علامہ اقبال کی یاد، کلام اور فکر کو زندہ رکھنے کے لیے جو پیہم اور سنجیدہ کوششیں کی ہیں وہ قابلِ فخر ہیں اور ہمیں امید ہے کہ دبستانِ اقبال روز افزوں مقبولیت حاصل کرے گا۔ اسی لیے ہماری مجلسِ عاملہ نے بہت سوچ سمجھ کر یہ درست فیصلہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو آپ کے ساتھ منسلک کریں، اپنا نام تبدیل کر کے دبستانِ اقبال فیصل آباد کر دیں اور آپ کے زیرِ قیادت چلنے والے دبستانِ اقبال سے باقاعدہ الحاق کر لیں۔ ہم اس موقع کو خوش قسمتی سمجھتے ہیں کہ آپ کے منظم ادارہ دبستانِ اقبال لاہور کے ساتھ اشتراکِ عمل سے علمی کام کا باہم تبادلہ ہو سکے گا اور اس مفید کام کو زیادہ موثر انداز میں آگے بڑھایا جا سکے گا۔

شکریہ خواتین وحضرات۔ اب ہم مہمانانِ عزیز کے فکر انگیز خیالات سے مستفید ہوں گے۔ اجلاس کے اختتام پر ۱۰ سوالات کے صحیح جوابات پر ۱۱ انعامی بیمپر زدیے جائیں گے۔ اس لیے ساری کاروائی توجہ سے سنیے۔

حاصلِ مطالعہ

جنگِ ستمبر ۶۵ء

محمد بشیر ہرل

نوٹس برائے تقریر 06.09.2013 دبستانِ اقبال فیصل آباد

پسِ منظر

(گاہے گاہے باز خواں، ایں قصۂ پارینہ را)

۱۹۴۷ء تقسیمِ ہند، باؤنڈری کمیشن، ریڈکلف ایوارڈ

۱۹۴۷۔۴۸ جہادِ کشمیر، اقوامِ متحدہ کی مداخلت، کنٹرول لائن

۱۹۵۳ء شیخ عبداللہ کی نظر بندی

۱۹۵۵ء غیر جانبدار ممالک کی بندونگ کانفرنس، ہند کے غبارے میں ہوا

۱۹۶۲ء چین کے ساتھ سرحدی تنازعہ۔ ہندوستان کی شرمناک شکست

ایوب خان کو حملہ کا مشورہ

۱۹۶۳ء شیخ عبداللہ کی رہائی، پاکستان کے دورے، کنفیڈریشن کی تجویز

۶۳۔۶۲ء بھٹو اور سوَرن سنگھ مذاکرات، تقسیم کی تجاویز

مئی ۶۴ء شیخ عبداللہ کا بیان کہ کوئی حل بغیر تینوں فریقوں کی رضا کے قابلِ عمل نہیں

پنڈت نہرو کی یکا یک موت۔ مذاکرات کا اختتام۔ اٹوٹ انگ۔

۶۵۔۶۴ شاستری کی فوج کے سامنے بے بسی۔ یکے بعد دیگرے تین آئینی ترامیم

- کشمیر کو دوسری ریاستوں جیسا سٹیٹس
- کشمیر کا سربراہِ حکومت مرکزی حکومت نامزد کرے گی
- کشمیر کو مرکزی اسمبلی میں ۱۴ نشستیں دی گئیں

۱۹۶۴ء حضرت بَل درگاہ اور موئے مبارک کی گمشدگی۔ ہنگامے، ہماری امداد۔

اگست ۶۴ء سفید لباس میں ہمارے فوجی

جنگِ ستمبر

اگست ۶۵ء	اپریشن جبرالٹر
۶ ستمبر ۶۵ء	بھارتی حملہ اور ہمارا دفاع
	امریکہ کا اسلحہ اور پرزے دینے سے انکار
۲۲ ستمبر ۶۵ء	اقوامِ متحدہ کے دباؤ پر ہنی وزیرِ اعظم کا جنرل چوہدری سے مشورہ
	اور فوری جنگ بندی کا اعلان
۲۳ ستمبر ۶۵ء	پاکستان کی طرف سے جنگ بندی کی قبولیت
جنوری ۶۶ء	تاشقند میں معاہدہ

- کشمیر اقوامِ متحدہ کے ایجنڈا سے نکل کر دوطرفہ معاملہ قرار پا گیا
- دونوں فوجیں '۶ اگست ۶۵ والی 'پوزیشن پر واپس

مابعد اثرات

- ایوب خان کی پوزیشن کی کمزوری اور زوال
- دونوں ممالک کے درمیان اعتماد کا قطعی خاتمہ، اور
- بالآخر زوالِ ڈھاکہ

****

حاصلِ مطالعہ

وکی لیکس کیا ہے

محمد بشیر ہرل

صدر اور سیکریٹری صاحب کی خواہش پر ارکان کی معلومات کے لئے ۴ دسمبر کی میٹنگ میں پڑھا گیا۔

آج کل وکی لیکس کے انکشافات سے ایک ہنگامہ برپا ہے۔اخبار اور ٹی وی دن رات اسی کو موضوع بحث بنا رہے ہیں۔ ہمارے ملک کے بھی بہت سے تقدس مآب سیاسی اور فوجی چہروں کے پیچھے چھپی ناتواں شخصیات بے نقاب ہوئی ہیں۔امور مملکت چلانے والے کمزور لوگ کس طرح امریکہ کے آگے جھولی پھیلاتے نظر آتے ہین۔اس سے سر شرم سے گڑ گئے ہیں۔امریکہ ہمارے معاملات میں جس قدر دخیل ہوگیا ہے اس کو دیکھ کر رائے عامہ میں تبدیلی کی امید ہے۔ہمیں اس سے دو سبق حاصل ہوتے ہیں اول۔جلد از جلد کسی نہ کسی طرح قرض کی رقم ان کے منہ پر ماریں جس طرح گزشتہ حکومت نے IMF کو فارغ کر دیا تھا۔ اور آئندہ اپنے فیصلے خود کرنے کی طاقت پیدا کریں۔دوسرے یہ کہ اپنے قیمتی راز کمپیوٹرز۔انٹرنیٹ ڈاٹا بیس پر کبھی نہ رکھیں۔کمپیوٹرز کو بقول ڈاکٹر ثمر مبارک مند۔صرف کیلکولیشنز کے لئے استعمال کریں۔لیکن ڈاٹا الگ محفوظ رکھیں۔اگر امریکہ جیسی مملکت کے خفیہ راز چوری ہو کر طشت از بام ہو سکتے ہیں تو ہم کس گنتی میں ہیں۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ وکی لیکس ہے کیا؟ آسٹریلیا کا شہری مسٹر جولین پال آسانج ایک صحافی اور پبلشر ہے۔اور سن شائن پریس کا مالک ہے۔وہ ایک کمپیوٹر ایکٹویسٹ بھی ہے اور آج کل کی بہترین انسائیکلوپیڈیا Wikipedia کا بانی اور مالک ہے اسی نے وکی لیکس کے نام سے ایک ویب سائیٹ بنا رکھی ہے جس کا کام تحقیقی صحافت ہے اس کے عملہ میں دنیا کے تمام ممالک سے جرنلسٹ۔سافٹ ویئر پروگرامرز۔نیٹ ورک۔انجینیرز۔حساب دان وغیرہ شامل ہیں۔جو مسلسل اپنے وسائل سے مستند معلومات اور ثبوت اکٹھے کرنے اور اور دنیا کو چونکانے میں مصروف رہتے ہیں۔موجودہ انکشافات کے بعد امریکہ کی ساکھ کو اتنا نقصان پہنچا ہے کہ اس نے اپنے چیلے چانٹے ملکوں میں اس کے خلاف لڑکیوں کے ساتھ پر تشدد چھیڑ چھاڑ کے مقدمے قائم کروادئے ہیں جن میں اسے انگلینڈ سے گرفتار کر لیا گیا ہے اور اسے ۵۰ سال تک قید ہو سکتی ہے۔ویب سائٹ کو بلاک کر دیا گیا لیکن وہ دوسرے سرور پر چلا دی گئی ہے اور مسلسل انکشافات کئے جا رہے ہیں۔سیدھا مقدمہ اس لئے قائم نہیں کر سکتے کہ وکی لیکس کو معلومات تک رسائی کے حق کے امریکی قانون کے تحت تحفظ حاصل ہے۔ویب سائیٹ پر چائنا سمیت کئی ملکوں نے پابندی لگا دی ہے لیکن ہماری لاہور ہائی کورٹ نے مزے کا فیصلہ دیا ہے کہ چند لوگوں کے کپڑے اترنے سے ملک کا کچھ فائدہ ہوتا ہے تو اترنے دیں ان کے کپڑے۔پابندی نہیں لگا سکتے۔

وکی لیکس کے کچھ مشہور انکشافات میں افغانستان کی جنگی ڈائریاں،عراق سے ایران کے اندر گرم تعاقب کے پروگرام کے انکشاف وغیرہ شامل ہیں اس نے امریکی کانگریس کے کاغذات بھی آشکارا کئے۔اس نے CIA کی وہ خفیہ رپورٹ شائع کر دی تھی کہ مغربی یورپ میں افغان جنگ کی حمایت کم ہو چکی ہے۔۲۰۰۷ میں امریکہ کی عراق میں موجود افواج اور اسلحہ کی مکمل تعداد اور تفصیل شائع کر کے تہلکہ مچا دیا تھا۔وکی لیکس کے پسندیدہ موضوعات میں جنگی جرائم۔قتل۔تشدد۔حبس بے جا۔سرکاری سودے اور لین دین۔بڑی بڑی کمپنیوں کے گھپلے۔ڈپلومیسی۔کرپشن۔مذہبی جنون اور وائلینس وغیرہ شامل ہیں۔ان انکشافات کی وجہ سے امریکی حکومت نے ۱۹۱۰ کے اوائل میں بھی ان کی ویب سائیٹ کو تباہ کرنے کا ۳۲ صفحہ پر مشتمل منصوبہ تیار کیا تھا۔لیکن وکی لیکس نے اس کا بھی سراغ لگا لیا۔اور ۱۱ مارچ کو یہ رپورٹ شائع کر کے منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

المختصر! وکی لیکس تمام ملکوں کے عوام کے لئے ایک پسندیدہ ویب سائٹ ہے جس سے ان کو گرگوں کے کرتوت معلوم ہو جاتے ہیں۔ہم عام لوگوں کے لئے اس میں خطرہ یا نقصان کا کوئی عنصر نہیں ہے۔البتہ اس کے زیر اثر کچھ حکومتیں اپنے معاملات کی اصلاح ضرور کریں گی۔جیسا کہ جرمنی میں ایک وزیر نکال دیا گیا ہے۔ وغیرہ۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

۰۸ دسمبر ۲۰۱۰ء

(مقرر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے صدر مسعود شیخ صاحب نے کہا کہ آپ نے موضوع پر واقعی بہت مفید اور اندرونی معلومات مہیا فرمائی ہیں)۔

حاصلِ مطالعہ

یمن

دُنیا کی قدیم ترین تہذیب

محمد بشیر ہرل

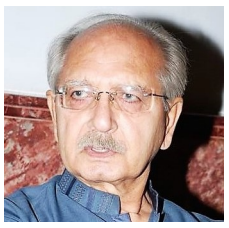

یمن،جنوبی عرب میں واقع ہے۔یہاں قبلِ اسلام عمالیق،اہلِ معین،عاد،سبااور حمیر کی عظیم الشان سلطنتیں قائم تھیں۔صنعاءاس کادارلحکومت ہے۔سدِ مآب بھی یہیں تھا۔دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سےایک یمن کی تہذیب بھی ہے، جوتین ہزار برس پرانی ہےاوراس کاپایۂ تخت مشہور شہر، مآرب تھا۔اس تمدن کابانی عرب کامشہور فاتح،سبابن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا۔جس کااصل نام عمریاعبدشمس ہے۔لیکن تاریخ مین وہ سبا کےنام سے مشہور ہے۔یمن کے معنی داہنی جانب کے ہیں۔چوں کہ یمن، کعبہ کےداہنی طرف ہے۔ اس لئےاس کویمن کہتے ہیں۔یاپھر یہ علاقہ اپنے سرسبز شاداب ہونے کی وجہ سے بابرکت ہے۔اس لئےاسے یمن کہتے ہیں۔کیوں کی یمن کے معنی خیروبرکت کے بھی ہیں۔سبا کی تاریخ میں 1200ق۔م مآرب سےشروع ہوتی ہےاوریہی زمانہ اس کے دارلسلطنت مآرب کی تعمیر کا ہے۔مآرب یمن کے مشرقی جانب تھا۔اس میں خاصے گنجان باغات تھے ان باغات میں مختلف پھلوں،میووں، پھولوں اوردارچینی کے درخت تھے جن کی خوشبو سے پوراشہر مہکتا تھا۔اس کی ہوائیں فرحت آمیز تھیں۔چنانچہ نغمہ ایمن نامی عربی کی ایک کتاب بھی پڑھائی جاتی ہے۔جس کے معنی ہیں،یمن کی خوشبو قومِ سبا تجارت کیا کرتی تھی۔ان کی تجارت اعلیٰ پیمانے کی تھی۔اس قوم کے باشندے سونا،چاندی، جواہرات اورخوشبودار اشیا کی تجارت کیا کرتے تھے۔خوشبواللہ تعالیٰ کاتحفہ تھا۔جوملکِ یمن کوملا۔تجارت کےعلاوہ یہاں زراعت اورکاشتکاری بھی ہوتی تھی۔تاہم تجارت میں یمن کے باشندے آگے تھے۔جوسامان لے کرہندوستان،افریکہ،بحرین اورشام جاتے تھے۔سدِ مآرب ارسلِ عرم: مآرب یمن کےایک شہر کانام تھا۔جویمن کاپایۂ تخت تھا۔اب اس کا نام صنعاء ہے برسات میں پہاڑوں سے جوپانی بہہ کریہاں آتا تھاوہ ریگستانوں میں ضائع ہوجاتا تھا۔۔دریا بھی گرمی میں خشک ہوجاتے تھے۔قحطِ آب کودورکرنے کے لئے سد، مآرب تعمیر کیا گیا۔جس کاقرآنِ کریم نے سدِ عرم میں ذکر کیا ہے۔

محمد بشیر ہرل

کلامِ سیدنا حسین ابنِ علیؓ

۲ محرم ۱۴۳۷ھ، ۱۶۔اکتوبر ۲۰۱۵ء

امام حسینؓ کے خطبات اور اشعار کے مجموعہ میں سے تبرّک کے طور پر آپ کی خدمت میں پانچ اشعار پیش کرنا چاہتا ہوں۔
یہ اُن اشعار میں سے ہیں جن کے بارے میں روایت ہے کہ ایک بدو مدینہ آیا اور اس نے حضرت حسین سے شعروں میں کچھ سوالات کیے اور امام حسینؓ نے اس کے سوالات کے جوابات فی البدیہہ اشعار کی صورت میں دیے۔

وَ اَصلُ الحَزمِ اَن تُضحِی وَ رَبُّكَ عَنكَ فی الحالاتِ راضِ
وَ اَن تَعتاضُ بِالتَّخلِیطِ رُشداً فَاِنَّ الرُّشدَ مِن خیرِ اعتِیاضِ
وَ دَع عَنكَ الَّذی یُغوی وَ یُردِی وَ یُورِثُ طُولَ حُزنٍ وَ ارتِماضِ
وَ خُذ بِاللَّیلِ حَظَّ النَّفسِ وَاطرُد عَنِ العَینَین محبُوبَ الغَمَاضِ
فَاِنَّ الغافِلِینَ ذَوِی التَّوانِی نَظَائِرُ لِلبَهائِم فی الغِیاضِ --

وَ اَصلُ الحَزمِ اَن تُضحِی وَ رَبُّكَ عَنكَ فی الحالاتِ راضِ

اصل عقلمندی اور دور اندیشی یہ ہے کہ جب تمھارا دن ختم ہو اور رات آئے تو اُس وقت تمھارا پالنے والا تم سے راضی ہو۔

وَ اَن تَعتاضُ بِالتَّخلِیطِ رُشداً فَاِنَّ الرُّشدَ مِن خیرِ اعتِیاضِ

اور جب تم پر خدا کی طرف سے تمہارا امتحان لینے کے لیے کوئی مصیبت آئے، تو تم سیدھے راستے پر ثابت قدم رہو۔

وَ دَع عَنكَ الَّذی یُغوی وَ یُردِی وَ یُورِثُ طُولَ حُزنٍ وَ ارتِماضِ

اُن تمام باتوں اور کاموں سے ڈرتے رہو جو تمہیں ابدی تباہی سے دوچار کریں اور تمہارے دکھوں میں اضافہ کریں۔

وَ خُذ بِاللَّیلِ حَظَّ النَّفسِ وَاطرُد عَنِ العَینَین محبُوبَ الغَمَاضِ

اندھیری راتوں میں کچھ وقت اپنی آنکھوں کو نیند سے دور رکھو اور اپنے مالک سے باتیں کر کے ملاقات کے مزے لو۔

فَاِنَّ الغافِلِینَ ذَوِی التَّوانِی نَظَائِرُ لِلبَهائِم فی الغِیاضِ --

اے خدا سے غافل لوگو! جو خدا کے لیے زحمت اٹھانا گوارا نہیں کرتے، وہ چوپایوں اور جانوروں کی طرح ہیں۔

محمد بشیر ہرل

سینیر نائب صدر

حاصلِ مطالعہ

محمد بشیر ہرل

کلامِ سیدنا حسین ابنِ علیؓ

۹ محرم ۱۴۳۷ھ، ۲۳۔اکتوبر ۲۰۱۵ء

گذشتہ ہفتہ کی طرح آج بھی سیدنا حسینؓ کے اشعار کے مجموعہ میں سے تبرّک کے طور پر مزید پانچ اشعار پیش کرنا چاہتا ہوں۔یہ بھی اُنہی اشعار میں سے ہیں جو آپ نے ایک بدو کے شعری سوالات کے جواب میں ارشاد فرمائے تھے۔

اَ فی السَّبخَاتِ یا مَغبُونُ تَبنی — وَ مَا ابقیٰ السَّبَاخُ علَی الاسَاسِی
ذُنُوبُكَ جمَّةٌ تَتری عِظاماً — وَ دمعُكَ جَامِدٌ وَ القَلبُ قَاسِی
وَ اَیّاماً عَصَیتَ اللّٰہ فِیھا — وَ قَد حُفِظَت عَلَیكَ وَ انتَ نَاسی
فَكَیفَ تُطِیقُ یَومَ الدِّینِ حَملاً — لِاوزَارِ الكَبَائِرِ كَا الرَّوَاسِی
ھُوَ الیَومُ الَّذِی لَا وُدَّ فِیہِ — وَلَا نَسبٌ وَ لَا اَحَدٌ مُوَاسِی

۱۔ اے دنیا کے دھوکے میں گرفتارلوگو! تم ریت پر زندگی کی عمارت کھڑی کر رہے ہو؟ جبکہ یہ ریت بطورِ بنیاد اس عمارت کو سہار ہی نہیں سکتی
۲۔ تمہارے گناہ مسلسل پھیلنے والی ریت کی طرح بے شمار ہیں لیکن تمہاری شرمندگی کے آنسو خشک ہو چکے ہیں اور تمہارے دل پتھر ہو چکے ہیں
۳۔ تمہیں وہ دن یاد ہی نہیں رہتے جن میں تم نے خداوند عالم کے احکامات کی خوب خوب خلاف ورزیاں کیں،
تم بے شک ان گناہوں کو بھول جاؤ لیکن وہ تمہارے نامۂ اعمال میں لکھے جا چکے ہیں
۴۔ سوچو، دوبارہ زندہ ہوتے وقت تم اپنے گناہوں کا بوجھ کیسے اٹھاؤ گے، جبکہ تمہارے گناہ پہاڑوں جیسے بڑے ہیں
۵۔ وہ دن ایسا ہوگا جب تمہیں کوئی مدد میسر نہ آئیگی اور تمہارے دوست رشتہ دار تمہارے کسی کام نہ آسکیں گے۔

اب دبستانِ اقبال کے اس پلیٹ فارم سے سیدنا حسینؓ کے متعلق علامہ اقبال کی ایک فارسی رباعی پیش ہے:

؎ بر زمینِ کربلا، بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ھا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد — موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق در خاک وخوں غلطیدہ است — پس، بنائے لا الٰہ گردیدہ است
تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ھنوز — تازہ از تکبیرِ اُو ایماں ھنوز

۱۔ حضرت حسینؓ رحمت کا ایسا بادل تھے جو کربلا کی زمین پر برسا اور خود چلا گیا۔ ویران ریگزاروں میں گُلِ لالہ کھلا گیا اور خود چلا گیا
۲۔ آپ نے قیامت تک کے لیے ظلم کے جواز کی جڑ کاٹ دی۔اور اپنا خون بہا کر سچائی کا گلستاں آباد کر گئے
۳۔ سچ کی خاطر اپنا خون مٹی میں ملا گئے، لیکن لا اللہ کی بنیاد کی حیثیت اختیار کر گئے۔آپ کی قربانی کے بعد سے لا الٰہ کی تفسیر سمجھ آنے لگ گئی ہے
۴۔ ہمارے ساز میں آج تک اُنہی کا نغمہ گونج رہا ہے اور آپ نے جو تکبیر بلند کی اسکی بدولت ہمارے ایمان آج تک سلامت ہیں۔

خدا رحمت کند، ایں عاشقانِ پاک طینت را

محمد بشیر ہرل

حاصلِ مطالعہ

علامہ اقبال کے چند فارسی اشعار

محمد بشیر ھرل

ایں گل و لالہ تو کوئی کہ مقیم اند ہمہ را دیبا صفتِ موجِ نسیم اند ہمہ

دنیا کے یہ خوبصورت باغ و بہار جن کو تم دائمی سمجھتے ہو یہ سب صبح کی ٹھنڈی ہوا کی طرح جو مسافر ہیں اور کچھ دیر بعد غائب ہو جاتے ہیں

ہزاراں سال با فطرت نشستم بہ او پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سرگزشتم ایں دو حرف است تراشیدم، پرستیدم، شکستم

انسان نے اپنے آپ کو بھلا کر، ہزاروں سال فطرت کیساتھ چلنے کی کوشش میں گزار دیے، لیکن بات صرف اتنی ہی ہے کہ خود ہی بت تراشتا رہا خود ہی انہیں پوجتا رہا اور خود ہی توڑتا رہا

چوں نظر قرار گیرد، بہ نگارِ خوبروئے تپد آں زماں دلِ من، پئے خوبتر نگارے
زِ شرر ستارہ جویم، زِ ستارہ آفتابے سرِ منزلے نہ دارم، کہ بمیرم از قرارے

جوں ہی نظر کسی ایک خوبرو پر ٹکتی ہے میرا دل اس سے زیادہ خوبصورت کے لیے تڑپنے لگتا ہے۔ چنگاری نظر آجائے تو ستارہ ڈھونڈنے لگتا ہوں اور ستارہ مل جانے پر سورج کی خواہش جاگ اٹھتی ہے۔
میری کوئی منزل ہے ہی نہیں کیونکہ اگر میں کہیں ٹھہر گیا تو وہ میری موت ہوگی

بر عقلِ فلک پیما، تُرکانہ شبے خوں بہ یک ذرّہ ءِ دردِ دل، از علمِ فلاطوں بہ

یہ عقل جو آسمانوں پر اڑتی پھرتی ہے، کسی شب اس پر مہلک حملہ کر دینا چاہیے، کیونکہ دردِ دل کا ایک ذرہ افلاطون جتنی عقل سے بہتر ہے

ایں کوہ و صحرا، ایں دشت و دریا نے رازداراں، نے غم گساراں

یہ پہاڑ، صحرا، جنگل اور دریا نہ میرا راز سنبھال سکے، نہ میرا غم بٹا سکے

درونِ سینہ ءِ ما سوزِ آرزو زِ کجاست سبو زِ ماست و لے بادہ در سبو زِ کجاست؟
گرفتم ایں کہ جہاں خاک و ما کفِ خاکیم بہ ذرّہ ذرّہ ءِ ما، درِ جستجو زِ کجاست؟
نگاہِ ما بگریبانِ کہکشاں، افتد جنونِ ما زِ کجا، شورِ ہاؤ ہو زِ کجاست؟

یا اللہ ہمارے سینوں میں یہ سوز کی آگ کہاں سے آبھڑکی ہے؟ برتن ہمارا ہے لیکن اس میں یہ شراب کہاں سے آئی ہے؟ میں نے مانا کہ یہ دنیا خاک ہے اور ہم اسی خاک کے پتلے،
لیکن اس مٹی کے ذرّے ذرّے میں یہ جستجو کی کسک کہاں سے آگئی؟ یہ جو ہماری نظر کہکشاؤں کے بھید پالتی ہے، ہمارے اندر یہ جنون، اور یہ بےقراری یہ شور کہاں سے آگیا؟

رمیدی از خداوندانِ افرنگ ولے بر گور و گنبد سجدہ پاشی

تو مغربی آقاؤں کی غلامی سے تو جان چھڑاتا بھرتا ہے لیکن قبروں اور خانقاہوں پر سجدے کرتا ہے؟

تُو از شمارِ نفس زندہ ای نمی دانی کہ زندگی، زِ شکستِ طلسمِ ایام است۔

سانس گن گن کر زندگی گزارنے والے، تو نہیں جانتا کہ روز و شب کی پابندی سے جان چھڑانا ہی تو زندگی ہے

حیات چیست، جہاں را اسیرِ جاں کردن تُو خود اسیرِ جہانی، کجا تواں کردی۔

زندگی تو یہ ہے کہ دنیا کو اپنے زیرِ نگیں کر لے، تو جو خود ہی دنیا کا غلام ہو گیا ہے تو کیا غلام بنائے گا دنیا کو

با تو گویم اے جوانِ سخت کوش چیست فردا؟ دخترِ امروز و دوش۔

اے محنتی نوجوان سُن! تمہارا مستقبل تمہارے ماضی اور تمہارے حال سے ہی جنم لے گا۔

****

حاصلِ مطالعہ

کون کہتا ہے خدا کو نہیں دیکھا میں نے

محمد بشیر ہرل

18.03.2016

حضراتِ گرامی، آج ہم پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان صاحب کی خوبصورت کتاب "مذہبی تجربے کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ" کی رُونمائی کی تقریب میں شریک ہیں جس کی طباعت بھی اُتنی ہی پر وقار اور سنجیدہ ہے جتنا کہ اس کا نفسِ مضمون۔ ہم جناب اقبال فیروز اور ڈاکٹر انور محمود خالد جیسے فاضل مقررین کے عالمانہ ارشادات سے مستفید ہوں گے۔

علامہ اقبال کے خطباتِ مدراس ایک دقیق اور خالصتاً علمی کام ہے جس میں مشرق اور مغرب کے ڈیڑھ سو سے زائد قدیم اور جدید فلاسفہ، علما اور سائنسدانوں کے اقوال ونظریات کے حوالے دیے گئے ہیں۔ ان کو سمجھنا عام قاری کے لئے نہایت وقت طلب ہے۔ یہ خطبات پانچ سال بعد لندن سے Reconstruction of religious thought in Islam کے نام سے شائع ہوئے۔ نام سے ہی ان کی Theme کا اندازہ ہو جاتا ہے لیکن ہندوستان کے علماء اور مفکرین مجموعی طور پر ان خطبات کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے ،اور جنہوں نے سرسری مطالعہ کیا بھی وہ ان انگریزی لیکچرز کی تہہ تک نہ پہنچ سکے اور مغربی مفکرین کے حوالہ جات کو دیکھتے ہی انہیں یہ کہ کر ایک طرف رکھ دیا کہ یہ خطبات مغربی افکار پر مبنی ہیں، جبکہ ان خطبات کی اشاعت پر یورپی مفکرین نے اس کتاب کو عصرِ حاضر کا اہم ترین مظہر قرار دیا۔ علامہ خود بھی سمجھتے تھے کہ عام لوگ ان خطبات سے مستفید نہ ہو سکیں گے اور صرف وہی اہلِ علم ان کا مقصد سمجھ سکیں گے جنہوں نے مغربی اور اسلامی فلسفے کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے, اور علامہ کا یہ خیال درست تھا۔ تاہم ان خطبات کا اردو ترجمہ سید نذیر نیازی نے علامہ کی زندگی میں ہی کر دیا تھا جس کی اشاعت 1958ء میں ہو سکی۔ دبستانِ اقبال فیصل آباد کے صدر اور جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبۂ اردو کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے اقبال کے اس اہم فکری کام کی تفہیم کے لیے جو یہ خدمت انجام دی ہے اس کے لیے شکریہ کے مستحق ہیں۔

۶ خطباتِ اقبال میں سے پہلے تین لیکچر جنوری 1929ء کو مدراس میں دیے گئے، اور تین خطبات نومبر 1929ء میں علی گڑھ میں دیے گئے۔ علامہ اقبال کو مسلم ایسوسی ایشن مدراس کی طرف سے ان خطبات کی دعوت 1925ء میں موصول ہوئی تھی۔ علامہ اقبال خود بھی اسلام کے متعلق اپنی تحقیقات کی بنیاد پر خدا، کائنات اور انسان کے بارے میں اپنے نظریات کی وضاحت بھی کرنا چاہتے تھے۔ علامہ کا خیال تھا کہ چونکہ انسانی ذہن اپنے عقائد کی صداقت کے لئے استدلال طلب کرتا ہے اس لئے دورِ حاضر میں قرآنی نقطۂ نظر سے موجود قوانین پر تنقیدی نظر ڈال کر قرآنی احکام کی ابدیت کو ثابت کرنا ایک بڑی خدمت ہوگی۔ ان لیکچرز کی تیاری میں علامہ کو ۵ سال لگے۔ انھوں نے اس تیاری کے سلسلے میں علامہ سید سلیمان ندوی کو جو سوالات بھجوائے ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان خطبات کی تیاری کے دوران کیسے کیسے امور و مسائل اقبال کے زیرِ غور رہے۔ علامہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ادق فلسفیانہ مسائل پر اپنے خیالات اور بعض تاثرات کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ بھی ہاتھ نہ آتے تھے۔

اقبال نے اپنا پہلا لیکچر ۵ جنوری کو دیا جس کا عنوان Knowledge and religious experience تھا۔ دوسرا لیکچر ۶ جنوری ۱۹۲۹ کو مدراس کے گوکھلے ہال میں دیا جس کا موضوع تھا: The Philosophical Test Of The Revelations Of Religious Experience. یا "مذہبی تجربے کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ"، جس کی تشریح وتوضیح زیرِ تبصرہ کتاب میں کی گئی ہے۔ اس لیکچر میں ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم ومشاہدات کے اثبات کے لیے عقلی اور فلسفیانہ دلائل دیے گئے۔ فلسفہ اور مذہب دو الگ چیزیں ہیں۔ مذہب عقیدہ ہے 'مان لیا سو مان لیا' جب کہ فلسفہ ہر چیز کی عقلی توجیح چاہتا ہے، موشگافی کرتا یعنی بال کی کھال اتارتا ہے۔ سوالات اور اعتراضات اٹھاتا ہے اور اس لامتناہی عمل سے اشیا اور افکار کی حقیقت تک پہنچنے کی سعی پیہم میں مصروف رہتا ہے۔ فلسفہ ہر بات کی دلیل مانگتا اور اس کو عقلی وعلمی کسوٹی پر پرکھتا ہے جبکہ انسانی عقل اور علم محدود ہے۔ ہاں، انسانی فکر لامحدود ہے۔ سوچنے کی صلاحیت علوم ومعارف کے نئے در وا کرتی چلی جاتی ہے۔ حیرت تحقیق کی بنیاد ہے۔ حیرت سے سوال پیدا ہوتے ہیں اور اس حیرت کے جواب تلاش کرنے میں انسانی فکر اپنی پرواز شروع کرتی ہے لیکن ظاہری مشاہدات محض جزوی معلومات ہوتے ہیں جبکہ مذہبی تجربہ اور مشاہدہ مکمل وجدان کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں آپ حقیقت کو پوری طرح جان اور سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ یہی کیفیت دراصل علم ہے۔ ورنہ حسی علوم کا تو یہ عالم ہے کہ

؎ علم کیا علم کی حقیقت کیا! جیسی جس کے خیال میں آئی۔

فلسفیانہ غور وفکر میں قطعیت نہیں ہوتی ۔علم میں اضافہ کے ساتھ ساتھ سوچ کے نئے زاویے کھلنے لگتے ہیں اور یہ عمل غیر متناہی ہے ۔فلسفہ سوچ کی ایک ارفع کیفیت ہے جو معاملات کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے کوشاں ہے ۔لیکن فلسفی بالآخر ہر استنباط کو اپنی محدود عقل اور محدود علم پر ہی پرکھتا ہے ۔علم ہمارے مشاہدات اور ہمارے رجحانات سے اخذ کیا ہوا تاثر ہی تو ہے ۔ایک ہی تجربہ سے گزرنے کے بعد دو مختلف افراد کا علم یا تجزیہ مختلف ہوسکتا ہے کیونکہ اس تجربہ کو دونوں نے اپنی اپنی الگ کسوٹی پر پرکھا۔ چنانچہ علم کوئی حتمی حقیقت نہیں ہے ۔ ہاں فلسفہ اور سوچ کا عمل ہماری فکر کو جلا بخشتا ہے اور ہمارے ذہن کو نت نئے علوم کے حسن سے آشنا کرتا ہے ۔ یہ روشن دل ودماغ اس کارزارِ حیات کو مزید حسین بنانے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں تاہم فلسفہ میں تشنگی ہمیشہ باقی رہتی ہے ۔عقل اور علم پر حقیقت کا اظہار بتدریج ہوتا ہے، جبکہ روحانی اور مذہبی تجربہ یا وجدان ایک ہی جست میں منزل پر پہنچ جاتا ہے ۔فلسفہ حقائق کا محض عقلی ادراک ہی کرسکتا ہے جبکہ مذہب کی دسترس فلسفے سے کہیں بلند تر ہے ۔

حضراتِ گرامی! مذہب کو عقل پر نہیں پرکھا جاسکتا، بلکہ مذہب وہ مشعلِ راہ Beacon of Light ہے جو اُس وقت راہ دکھاتی ہے جب عقل ٹھوکریں کھانے اور متزلزل ہونے لگتی ہے ۔ ع ۔کون کہتا ہے خدا کو نہیں دیکھا میں نے ؟ ہمارے لیے وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان کے لیے نصِ قرآنی کافی ہے ۔سورۃ ق، الذاریات، الرحمٰن، الحدید اور واقعہ کے علاوہ جابجا وجودِ باری تعالیٰ کے دلائل موجود ہیں ۔خدا کے وجود پر ہمارے یقین کی بنیاد مذہب پر ہے، لیکن عقلیت پرست یورپی علماء اثباتِ وجودِ باری تعالیٰ کے لیے جن تین قسم کے عقلی دلائل پر انحصار کرتے ہیں، اقبال پہلے اُن تینوں دلائل کو سطحی طرزِ فکر کے نمائندہ اور غیر منطقی قرار دیتے ہیں اور انسان کے ظاہری اور باطنی تجربے کو بنیاد بنا کر ذاتِ الٰہی کا اثبات قرآنِ حکیم سے کرتے ہیں، اور پھر واضح کرتے ہیں کہ: "With our absorption in the external order of things, necessitated by our present situation, it is extremely difficult to catch a glimps of the appreciative self. In our constant persuit after external things, we weave a kind of veil around the appreciative self which thus becomes completely alien to us. It is only in the moments of profound meditation, when the efficient self is in abeyance, that we sink into our deeper self and reach the inner centre of the experience". ۔اسے ہم اردو میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ "ظاہر میں کھوئے رہنے کی وجہ سے ہمارے لیے اپنی ذات کے باطنی پہلو کی جھلک تک دیکھنا مشکل ہوتا ہے ۔ظواہر کا تعاقب کرتے کرتے ہم اپنے باطن کے گرد ایک پردہ سا تان لیتے ہیں اور اُس سے نامانوس ہوجاتے ہیں ۔ایسا صرف کبھی گہرے استغراق کی کیفیت میں ہی ممکن ہے کہ ہم ظاہر سے ذرا غافل ہوں تو باطن تک رسائی حاصل ہوجائے" ۔اس کے بعد علامہ اقبال فلسفیانہ دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم ومشاہدات بھی ایک حقیقت ہیں ۔اور بالآخر دقیق مباحث اور دلائل کے بعد یہ واضح کرتے ہیں کہ محدود انسانی عقل وفکر کے لیے مذہبی یا روحانی مشاہدات کی تائید صرف ایک حد تک ہی ممکن ہے ۔

کسی علم یا موضوع میں جتنی دلچسپی سے غور کرتے چلے جائیں گے اس کے اسرورموز ہم پر وا ہونا شروع ہوجائیں گے ۔اقبال کا دوسرا خطبہ ایک ایسا دقیق مقالہ ہے اور ایسی جامع انگریزی میں لکھا گیا ہے کہ اس کو سمجھنا وقت طلب ہے ۔لیکن ڈاکٹر آصف اعوان صاحب کا تو اوڑھنا بچھونا ہی اقبال کی فکر اور فلسفہ ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اقبال کے ۶ خطبات میں سے مشکل ترین فلسفیانہ بحث پر مبنی اس خطبے کی نقطہ وار توضیح کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔یہ آپ ہی کو زیب دیتا تھا اور آپ ہی کے بس کی بات تھی ۔اقبالیات کے طالب علموں کے لیے، فلسفہ کے لیے اور اردو ادب کے لیے اس کتاب کی اہمیت تسلیم کی جائیگی تاہم مزید سلاست کی تلاش ہو تو ڈاکٹر صاحب ہی کی ایک دوسری تصنیف "معارفِ خطباتِ اقبال" کا مطالعہ بھی اس خطبہ کے مطالب سمجھنے میں مزید مددگار ہوسکتا ہے ۔

(پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان صاحب، صدر شعبۂ اردو، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کی کتاب **"مذہبی تجربے کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ"** کی تقریب رُونمائی میں پڑھا گیا)

افکارِ مولانا روم

مولانا جلال الدین (محمد بلخی) رومی

1 اپنے آپ کو کمتر مت سمجھو۔تم بذاتِ خود سر مستی اور وجد کی کائنات ہو۔تم کئی طرح کی مثبت خصوصیات لیکر اس دنیا میں آئے ہو۔تمھارے پاس اچھائی ہے اعتماد ہے۔ خیالات اور خواب تمھارے پاس ہیں۔تمھارے پاس زور بازو ہے اس لئے تمھیں رینگنا نہیں چاہئے بلکہ اڑان بھرنی چاہئے۔تم اپنے اندر سورج جتنی توانائی رکھتے ہو لیکن اس کو استعمال کیوں نہیں کرتے۔تم کیوں کنوئیں میں بیٹھے رہنا چاہتے ہو۔جب کہ تمھارے ہاتھ میں ایک مضبوط رسہ موجود ہے۔آسمان بن جاؤ کیا تم جانتے ہو تم کیا ہو؟تم ایک شیشہ ہو جس سے اچھائی منعکس ہوتی ہے۔تم فطرت کی عکاسی ہو۔کائنات تمھارے اندر آباد ہے اپنے اندر جھانکو تم جو کچھ چاہتے ہو تمھیں اندر ملے گا۔

2 تمھیں اپنے لئے زندگی کو جینا ہے دوسروں کے افکار پر تکیہ نہیں کرنا۔حضرت نوح کی طرح کچھ عجیب اور نیا کرو۔لوگ تمھارے بارے میں کیا سوچتے ہیں فرق نہیں پڑتا۔

3 کبھی ہار نہ مانو۔جب کبھی تم پر سخت وقت آئے،ہر چیز تمھارے حق میں ندر ہے،تمھیں احساس ہو کہ اب ایک منٹ گزارنا بھی مشکل ہے۔تب بھی دستبرداری کی طرف نہ جاؤ کیوں کہ وقت کو بدلنا ہی ہوتا ہے۔مشکلات اور غم تمھیں خوشی کے لئے تیار کرتے ہیں۔یہ اس لئے تمھیں تنہا کرتے ہیں تا کہ مستقبل کی خوشی کے لئے بہترین جگہ بن سکے۔تمھارے دل پر خزاں کا موسم اس لئے آتا ہے تا کہ پیار کے سرسبز پتے اس خلا کو پر کر سکیں۔جب تمھارے دل کے ٹکڑے ہوں تو رقص کرو۔رقص تمھارے زخموں کا مرہم ہے۔لڑائی کے درمیان میں رقص کرو۔رقص تمھارے خون میں ہے،اور اس وقت بھی رقص کرو جب کچھ کرنے کو نہ ہو۔

4 جہالت اور کم علمی خدا کا قید خانہ ہے جبکہ علم و دانش خدا کا محل ہے۔

5 وہ خزانے جو تمھیں دنیا میں ملیں ان کا موازنہ تمھارے اندر کے قیمتی خزانوں سے بالکل نہیں ہو سکتا۔جس ہیرے کے ہار کے لئے تم ہر جگہ مارے مارے پھر رہے ہو وہ تمھاری اپنی گردن پر پہلے سے موجود ہے۔کائنات کے تمام اسرار تم ہی میں پنہاں ہیں ان کی تلاش اپنے آپ میں کرو۔تم اس دنیا سے سحر زدہ کیوں ہو۔ جبکہ سونے کی کان تمھارے اندر ہے۔تم خود ہی سرچشمہ ہو لیکن تم خالی ہاتھ گھومتے ہو۔

6 اپنی شناخت کی فکر نہ کرو۔دستک دو۔وہ تمھارے لئے دروازے کھولے گا اور تم سورج کی طرح چمکنے لگو گے۔بے خود ہو جاؤ جنت کا حصول مشکل نہ ہوگا حفاظت احتیاط کو پس پشت ڈال دو۔خوف سے دور زندگی جیو۔اپنی شہرت کو خود تباہ کرو۔بدنام ہو جاؤ۔دوسروں کی کہانیوں پر اعتبار نہ کرو اپنے مفروضوں پر تجربات کرو،برف کی طرح پگھلتے رہو،اور اپنے آپ کو پاکیزہ کرتے جاؤ۔

7 اپنے پر یقین رکھو تم ایسا کچھ کر سکتے ہو جو دوسرے نہیں کر سکتے ہر آدمی کسی کام کے لئے مختص ہے اور ہر شخص کے دل میں یہی آرزو ہے کہ وہ بھی وہی کام کرے۔ چراغ بن جاؤ زینہ بن جاؤ۔روح کے زخم بھرنے میں لوگوں کی مدد کرو۔

8 اونچی سیڑھی کی طرف نظر مت اٹھاؤ بلکہ پہلا قدم اٹھانے میں دلچسپی رکھو۔

9 جب کسی کام کا تہیہ کر لو تو دل و جان سے اس پر لگ جاؤ۔نیم رضامندی یا بوجھل دل سے کام نہیں ہوتے۔

10 اچھی چیزیں اس لئے ختم ہوتی ہیں تا کہ مزید بہتر چیزیں سامنے آسکیں۔غم نہ کرو کیوں کہ جو تم کھو چکے ہو وہ کسی نہ کسی صورت میں دوبارہ تمھیں ضرور ملنا ہے۔

11 زخم وہ جگہ ہے جہاں سے روشنی تم میں سرایت کرتی ہے۔تکلیف تمھیں آسانی دیتی ہے۔نقصان ہونا منافع کی پہلی امید ہوتی ہے۔اگر تم اپنے دل کو کشادہ رکھو گے تو غم تمھارا سب سے بڑا غم خوار بن جائے گا۔اور یہی درد تمھارا ساتھ دے گا۔

12 وہی کرو جو تم کرنا پسند کرتے ہو اور پھر محبت سے اس کام کو کرو۔

13 کم سوچو لیکن محسوس زیادہ کرو۔محبت کے اظہار میں دلیل بے دست و پا ہوتی ہے۔اپنی سوچوں کو سلا دو،تا کہ تمھارے دل کے ماہتاب پر ان کا سایہ نہ پڑ سکے۔

14 عشق ہی بیش قیمت ہے۔ پیار کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دو، اگر تم سچے انسان ہو اور اگر نہیں تو یہ میلہ ہی چھوڑ جاؤ۔

15 زندگی کے تمام اچھے اور برے فیصلوں کی قدر کرو آزمائشوں سے تنگ پڑو گے تو نکھر کر سامنے کیسے آؤ گے۔

16 خود کو بدلنے سے ہی دنیا بدلی جاتی ہے۔ کل تک میں چالاک تھا، میں دنیا تبدیل کرنا چاہتا تھا، آج میں عقل مند ہوں اور میں اپنے آپ کو تبدیل کر رہا ہوں۔

17 ہم تخلیق محبت ہیں اور محبت بانٹنے کے لئے ہیں۔ محبت ہماری ماں ہے۔ محبت تمھارا مقصد نہ ہو بلکہ اپنے اندر سے وہ تمام رکاوٹیں دور کرنا تمھارا مقصد ہو جو محبت سے دور کرتی ہیں۔

18 تمھارا جسم اس دنیا کا ہے لیکن تمھاری روح اس دنیا سے بالاتر ہے۔

19 روح کی بات ہو تو ہم سب ایک ہی ہیں، میں کیا کہوں۔۔۔ مسلمانو۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ میں نہ عیسائی ہوں، نہ یہودی، نہ مسلمان نا اور نہ ہی آتش پرست، نہ میں مشرق کا نمائندہ ہوں نہ مغرب کا فرد میرے سینے میں دھڑکتے دل کی کوئی سرحدیں نہیں ہیں۔

20 تمھاری روح دنیا میں موجود ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے۔

21 شریک حیات کا انتخاب عقل مندی سے کرو۔ کوئی ایسا نہ ہو جس کے امیر ہونے کے خواب ہوں، جسے کھونے کا ڈر نہ ہو، جسے اپنی شخصیت کے بارے میں بھی کچھ غرض نہ ہو۔

22 اصل محبت مادی معاملات سے جدا اور بالاتر ہوتی ہے، کوئی بات نہیں اگر جسم الگ الگ ہوں، روحیں تو ہمیشہ کے لئے ساتھ رہیں گی۔ الوداع صرف انہی کے لئے ہوتا ہے جن کی آنکھوں میں محبت ہوتی ہے جن کے دل اور روح محبت کرتے ہوں ان کے لئے جدائی کوئی بڑی بات نہیں۔

23 آواز کو نہیں اپنے الفاظ کو بلند رکھو، گرج چمک سے نہیں بارش سے زرخیزی ہوتی ہے۔

24 خاموشی اس کائنات کی زبان ہے۔ باقی سب کچھ اس کی ناقص تشریح ہے۔ الفاظ محض حجت ہیں۔ الفاظ نہیں بلکہ اندرونی تعلق لوگوں کو جوڑتا ہے۔ خاموشی میں بھی ایک خوش بیانی ہوتی ہے۔

25 محض زندہ رہنا خاص بات نہیں اگر تم سمجھتے ہو کہ سانس لینے کی وجہ سے تم زندہ ہو تو شرم کرو کہ تم اتنے محدود تصور میں جی رہے ہو۔ محبت کے بغیر رہنا مردہ رہنے جیسا ہے اور محبت میں مرنا ہی ہمیشہ کے لئے امر کر دیتا ہے۔

****

حاصلِ مطالعہ

واہیات فلم

INNOCENCE OF MUSLIMS

محمد بشیر ہرل

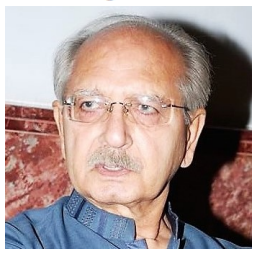

12.10.2012

واہیات ٹریلر کا فلم ساز مسمی نکولا باسیلے نکولا اب گرفتار ہو چکا ہے اور ۹ نومبر ۲۰۱۲ء کو لاس انجلس کی ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں سماعت ہوگی۔

یہ نامراد ۱۹۵۷ میں مصر میں پیدا ہوا اور بعد میں میاں بیوی جنوبی کیلیفورنیا کے ایک کے قصبہ میں منتقل ہو گئے اور بینک کے قرض پر ایک پٹرول پمپ چلانا شروع کر دیا جہاں ۱۹۹۶ میں اس پر ٹیکسوں، قسطوں اور جرمانوں کی عدم ادائیگی پر ۱۹۴،۰۰۰ ہزار ڈالر کی ڈگری ہوگئی جس کی عدم ادائیگی اور شرائطِ ضمانت کی خلاف ورزی وغیرہ پر متعدد بار جرمانے اور جیل بھگت چکا ہے اور نام بدل بدل کر مختلف معاشی و سماجی جرائم کا مرتکب ہوتا رہا ہے۔ جون ۲۰۱۰ میں منشیات کے ایک مقدمہ میں گرفتاری پر سلطانی گواہ بن گیا اور سزا میں رعایت حاصل کی۔ آخری دفعہ جون ۲۰۱۱ میں ضمانت پر جیل سے باہر آیا تو اس پر ۷۹۴،۷۰۱ ڈالر کی ڈگری تھی۔ بظاہر اسی معاشی دباؤ سے نکلنے کے لئے اس کی مجرم ذہنیت نے یہ گھناؤنا منصوبہ بنایا۔ اس ٹریلر کے خلاف ہنگامے شروع ہونے کے بعد ۱۱ ستمبر ۲۰۱۲ کو اس نے خود فون کر کے وال سٹریٹ جرنل اور ایسوسی ایٹڈ پریس کو بتایا کہ یہ فلم INNOCENCE OF MUSLIMS اس نے تیار کی ہے اور اسی نے اس فلم کا ٹریلر YOUTUBE پر لگایا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ فلم کی تیاری کے لئے پچاس لاکھ ڈالر اس نے ۱۰۰ مختلف یہودیوں سے بطور ڈونیشن حاصل کئے۔ بعد میں حسب عادت اقبال جرم کر کے بیان تبدیل کر لیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ اس فلم پر صرف ۵۰،۰۰۰ ہزار یا ۶۰،۰۰۰ ہزار ڈالر خرچ ہوا ہے جو کہ اس نے مصر میں اپنے سسرالیوں سے حاصل کئے۔ بہرکیف اب یہ شخص گرفتار ہے اور اس پر شرائط ضمانت کی خلاف ورزی کا معمولی مقدمہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس کا خاندان گھر چھوڑ کر غائب ہو چکا ہے اور مکان پر برائے فروخت کی تختی لٹک رہی ہے۔ اس گندی ذہنیت کے عادی مجرم نے فلم کے ٹریلر میں ادنیٰ سطح کی گالی گلوچ کا رویہ اپنایا ہے۔ حقیقتاً یہ بد بخت اس قابل ہی نہیں کہ اس کی کسی حرکت پر توجہ دی جائے اور نہ ہی وہ گندی ویڈیو توجہ کی مستحق ہے، لیکن چونکہ اس نے تاریخی حقائق کو تو ڑا مروڑا ہے اس لئے کچھ حقائق کی صحیح صورت نیچے دی جا رہی ہے۔

۱۔ حضور کی ولادت اپنے والد گرامی کی رحلت کے تقریباً ۶ ماہ بعد ہوئی، اور حضرت آمنہ کی خادمہ ام ایمن حضور کی ولادت مبارک سے آپکی وفات تک آپ کی خدمت میں رہیں۔

۲۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اور والد محترم حضرت عبداللہ، دونوں کا شجرہ نسب پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ تاریخ اور سیرت کی کتب میں محفوظ ہے۔

۳۔ حضور کی پوری عمر مبارک ایک کھلی کتاب تھی حتیٰ کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ میرے بارے میں جو کچھ دیکھو دوسروں کو بتاؤ۔

۴۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپ کی دیانت، امانت، متانت اور نہایت اعلیٰ شہرت دیکھنے کے بعد آپ کو نکاح کا پیغام دیا اور دونوں طرف سے اس رشتہ کی حرمت اعلیٰ ترین وجہ پر قائم رہی۔

۵۔ دونوں عظیم شخصیات کے مکہ میں شہرتِ عام راست گو، باوقار، امانت دار، معزز، محترم اور شریف انسانوں کی حیثیت میں تھی۔

۶۔ ابتدائی وحی کے بعد کچھ عرصہ کے لئے وحی معطل رہی اور حضور متفکر ہوئے لیکن اس تعطل کا تعلق ورقہ بن نوفل کی موت سے جوڑنا ایک واہیات جھوٹ ہے۔

۷۔ حضور نے مدینہ آمد کے بعد جو معاہدات کئے وہ تاریخ آدم میں تحریری عمرانی معاہدوں کی بنیاد بنے۔ یہود نے ہی ان کی خلاف ورزی کی اور سزا پائی۔

۸۔ مسلمانوں نے مدینہ پہنچنے کے بعد بھی ۸ یا ۹ ماہ تک نہایت تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا لیکن جب قریش مکہ مسلمانوں کی جائیدادوں اور ساز و سامان کے لوٹ لینے کے بعد مدینہ میں بھی مسلسل درپے آزار رہے تو بالآخر مسلمانوں کو تلوار اٹھانے اور اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کی اجازت ملی۔

۹۔ ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی کو ایک سردار کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اپنی زوجیت میں لے کر اور ام المومنین کے عظیم درجہ پر فائز کر کے دراصل حضورؐ نے ان کی عزت افزائی فرمائی۔

حضور اکرم کی شان میں گستاخی، آپ کی مخالفت اور آپ پر اعتراضات تو کفار مکہ اور یہود مدینہ کی طرف سے آپ کی زندگی میں بھی ہوتے رہے، لیکن جس پستی پر یہ نامراد فلم ساز جا گرا ہے وہ اس ذلت پر مائل نہ ہوئے ۔میری یہ رائے ہے کہ کافروں کی بدگوئی یا گستاخی پر غصہ اپنی جگہ، لیکن ہمیں حضورؐ کی سیرت مبارکہ کی اردو اور انگریزی میں تعلیم و تشہیر کا بھی اہتمام کرنا چاہئے ۔تا کہ آپ کی اصل شخصیت دنیا کے سامنے رہے۔ (اس موضوع پر میرا تفصیلی مضمون **ورفعنا لك ذكرك** دیا گیا ہے)۔

قراردادِ مذمت

آج بارہ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو جامع مسجد توحید فیصل آباد میں نماز جمعہ کے اجتماع میں یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی ہے کہ:

۱۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق بیہودہ فلم Innocence Of Muslims بنا کر جان بوجھ کر مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی ہے۔ محض اشتعال انگیزی کے لیے اس فلم میں بے بنیاد، خلافِ واقعہ اور خلاف حقیقت مواد شامل کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے عالمی احتجاج کو نام نہاد آزادیِ اظہار کا بہانہ بنا کر نظر انداز کیا گیا ہے۔

۲۔ جمعۃ المبارک کا یہ عظیم اجتماع اس جسارت کی سخت مذمت کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ دنیا بھر میں اس فلم کی نمائش پر پابندی لگائی جائے اور آئندہ کے لیے ایسی فلم، کارٹون یا تحریر ممنوع قرار دینے کا قانون عالمی طور پر نافذ کیا جائے جو کسی بھی پیغمبر، نبی، قوم، مذہب، یا مذہبی پیشوا کی اہانت کا پہلو لیے ہوئے ہو۔

۳۔ <u>یہ اجتماع حکومتِ امریکہ سے واضح مطالبہ کرتا ہے کہ فلم ساز مسمی نکولا بسیلے عرف سَیم بیسل پر مقدمہ چلا کر اسے قرار واقعی سزا دی جائے تا کہ انسانی آزادی اور مسلمانوں کے جذبات کا تحفظ ہو، اور عالمی امن کو درپیش بحران دور ہو سکے۔</u>

۴۔ یہ اجتماعِ جمعہ حکومتِ پاکستان سے بھی درخواست کرتا ہے کہ خود پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت قانون ایسے موثر طریقے سے نافذ کیا جائے کہ اس قسم کی ناپاک جسارت کرنے والے شیطان کو پاکستان میں طلب کر کے قرار واقعی سزا دی جا سکے۔

قرارداد پیش کنندہ	تائید کنندہ	قرارداد منظور کی گئی
پروفیسر میاں عبداللطیف	میاں غلام رسول	قاری حبیب الرحمٰن خلیق خطیب، جامع مسجد توحید

اس قرارداد کی ۷ نقول تیار کر کے مندرجہ ذیل صاحبانِ اختیار کو ارسال کی جا رہی ہیں:

۱۔ سفیر امریکہ متعینہ اسلام آباد برائے صدر اور وزیر خارجہ امریکہ، ۲۔ سیکرٹری جنرل اقوامِ متحدہ، نیویارک۔
۳۔ وزیر خارجہ حکومتِ پاکستان، ۴۔ سپیکر قومی اسمبلی اسلام آباد، ۵۔ جناب وزیر اعظم پاکستان،
۶۔ صدر پریس کلب فیصل آباد برائے جملہ اخبارات، ۷۔ ریڈیو پاکستان اور ایف ایم ریڈیوز۔

حاصلِ مطالعہ

محمد بشیر ہرل

مسلم کش فسادات

جنھیں ہندوستان ہونے کی وجہ سے ہندو مسلم یا فرقہ دران فسادات کہا جاتا ہے۔

۱	۱۸۰۹ء	بنارس میں پہلا بڑا ہندو مسلم فساد ہوا
۲	۱۸۵۸ء	کے ہنگاموں کے بعد ہندؤں کی طرف سے سارا ملبہ مسلمانوں پر ڈالنے سے ہندو مسلم اختلافات بڑھتے گئے۔
۳	۱۸۷۱ء	بریلی میں فساد ہوا جس مین بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔
۴	۱۵۸۵ء	یوپی کے بیشتر علاقوں میں اور دہلی میں فسادات رونما ہوئے۔
۵	۱۸۹۳ء	پٹنا بنارس گورکھپور اور بمبئی کے اضلاع فسادات لپیٹ میں آگئے۔
۶	۱۹۰۵ء	تقسیم بنگال ہوے پر ہندوؤں نے فساد برپا کردیا۔
۷	۱۹۰۹ء	مسلمانون کے لئے جداگانہ انتخابات کا اصول منظور ہوجانے پر ہندوؤں نے شدید احتجاج اور فسادات بپا کئے۔
۸	۱۲_۱۹۱۱ء	مونگھیر، پٹنا، شاہ آباد، آرہ اور کرنا رپور کے ضلع میں فسادات ہوئے۔
۹	۱۹۱۷ء	شاہ آباد میں زوردار جان لیوا فسادات ہوئے۔
۱۰	۱۹۱۸ء	کرنا رپور میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔
۱۱	۲۲_۱۹۲۱ء	پنجاب، یوپی، اور سندھ کے صوبے فسادت کی ضد میں آگئے۔
۱۲	۱۹۲۳ء	کشمیر میں گاؤکشی کے جرم میں مسلمانوں کو بھاری سزائیں دی جانے لگی اور سرکاری ملازمتوں سے نکالا جانے لگا تو ان کی حمایت میں پنجاب اور سرحد کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور مجلس احرار کے زیر اہتمام کافی تعداد میں ریاست میں داخل ہونے لگے حتیٰ کہ مہاراجہ نے انکو روکنے کے لئے انگریزی فوج منگوالی۔
۱۳	۱۹۲۴ء	دہلی، ناگپور، لاہور، کوہاٹ، لکھنؤ، مرادآباد، بھاگلپور، کنکارہ شاہجہانپور اور الہٰ آباد میں فسادات پھوٹ پڑے۔
۱۴	۱۹۲۵ء	دہلی، الہٰ آباد، یوپی کے پورے صوبہ، سی پی، برار، گجرات، بمبئی اور کلکتہ کے مختلف علاقوں میں فسادات ہوئے۔
۱۵	۱۹۴۶ء	پنجاب، بنگال اور یوپی میں فسادات ریکارڈ کئے گئے۔
۱۶	۱۹۲۸ء	بمبئی۔کلکتہ اور پنجاب میں فسادات ہوئے۔
۱۷	۳۲_۱۹۲۹ء	بمبئی، یوپی، بہار اور پنجاب میں فسادات ہوئے۔ کشمیر میں بھی صورت حال خراب ہوگئی۔
۱۸	۱۹۳۱	کانپور اور کشمیر مں مسلم کش فسادات ہوئے۔

دوقومی نظریہ

یہ بکواس ہے کہ جی ہم ایک ہی تو ہیں ۔بس درمیان میں یہ سیاسی لکیر آ گئی ہے۔

۱	۱۹۸۰	۹۰۰ سال پہلے البیرونی نیا پنی تصنیف کتاب الہند میں ہندو مسلم اختلافات کی تفصیل بیان کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ (ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہے جو عبور نہیں کی جا سکتی)۔
۲	۱۹۲۸	سید احمد شہید بریلوی نے سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کیا تو (سرحد اور بلوچستان کے مسلم اکثریتی علاقوں، پنجاب اور کشمیر کی آزادی) کو اپنا منشور بنایا۔ان کا مقصد شمال مغربی مسلم علاقوں میں اسلامی ریاست کا قیام تھا۔
۳	۱۹۲۳ء	۱۹ مارچ کو مہاراجہ کشن پرشاد کے نام خط میں علامہ اقبال نے لکھا (افسوس ہے کہ پنجاب میں ہندو مسلم رقابت بلکہ عداوت بہت ترقی پر ہے۔اگر یہی حالت رہی تو آئندہ تیس سال میں (۱۹۵۳ تک) دونوں قوموں کے لئے زندگی مشکل ہو جائے گی۔
۴	۱۹۲۳ء	۱۴ نومبر کو سعید الدین جعفری کے نام خط لکھا (ہندوستان کی متحدہ قومیت کا خواب شاید سب سے پہلے میں نے دیکھا تھا لیکن تجربے اور خیالات کی وسعت نے میرے خیال میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔
۵	۱۹۲۳ء	کشمیر کے مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرنے کے لئے ہندو مسلمانوں کی ایک مشترکہ انجمن لاہور میں قائم ہوئی اور علامہ اقبال بھی اس میں شامل ہوئے۔لیکن جلد ہی ہندوؤں کے رویہ سے مایوس ہو کر الگ ہو گئے۔
۶	۱۹۲۳ء	مولینا محمد علی نے پہلی بار اپنی تقریر میں کہا کہ (ہندوستان اور مسلمان مذہب کی بنا پر دو الگ قومیں ہیں۔
۷	۱۹۲۳ء	ان حالات میں ۳۰ مارچ کو انجمن اسلام حمایت اسلام کے جلسہ میں اقبال نے اپنی نظم طلوع اسلام پڑھی جس میں مغلوب اور معتوب مسلامنون کے لئے روشن مستقبل کا پیغام تھا۔
۸	۱۹۲۴ء	لالہ راجپوت رائے نے اس خیال کا اظہار کیا کہ (ہندو مسلم آبادی کے لحاظ سے پنجاب اور بنگال کی تقسیم کر دی جائے اور مغربی پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ بلوچستان اور مشرقی بنگال کے علاقے مسلمانوں کو دے دئے جائیں، اور ہندوستان کے باقی علاقوں میں ہندو حکومت قائم کر دی جائے۔
۹	۱۹۲۴ء	روسی مرد آہن سٹالن نے کہا کہ (ہندوستان بظاہر ایک متحدہ ملک دکھائی دیتا ہے لیکن جب وہاں انقلاب آئے گا تو کئی اجنبی قومیں منصۂ شہود پر آجائیں گی۔
۱۰	۱۹۲۴ء	مولینا محمد علی نے پھر مسلمانوں کو واضح طور پر ایک علیحدہ قوم قرار دیا۔
۱۱	۱۹۲۵ء	دست شناس کیرو نے پیش گوئی کی کہ (ہندوستان سے انگریز کو بالآخر نکلنا پڑے گا ہندوستان مسلمانوں اور بدھ مت کے پیروؤں میں برابر تقسیم ہو جائے گا۔)۔
۱۲	۱۹۲۸ء	ایک ہندی مسلمان کے نام سے اخباروں میں مضمون شائع کیا گیا کہ ہندو اور مسلمان دو ایسی ہی الگ قومیں ہیں جیسے جرمن اور فرانسیسی۔اور چونکہ ان مین اتحاد ممکن ہی نہیں اس لئے ہندوستان کو اس میں تقسیم کر دینا چاہیئے۔
۱۳	۱۹۲۹ء	اخبار انقلاب میں ایک ایسا سلسلہ مضامین شائع ہوا جس میں شمال مغرب کے مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک مسلم وطن کے قیام کی تجویز پیش کی گئی۔
۱۴	۱۹۲۹ء	مسٹر درانی نے ۱۷ اپنی کتاب میں تحریر کیا کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں ہیں، اس لئے مسلمان یا تو خودکشی کر لیں یا ہندو بن جائیں، یا پھر ہندوستان کی حکومت میں اپنا حصہ طلب کریں۔
۱۵	۱۹۲۹ء	۳۰ دسمبر کو نواب ذوالفقار علی خان نے خلافت کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی شمالی ہند میں دو یا تین صوبوں پر مشتمل علاقہ مدغم کر کے ایک صوبہ بنا دیا جائے اور یہ مسلمانوں کو دے دیا جائے۔اسی طرح بنگال میں ایسی ہی تقسیم کر دی جائے۔اب مسلمانوں کو چاہئے کہ حقوق کی بجائے علیحدہ وطن کا مطالبہ کریں۔

بالی

گھنی دھریک سا بوٹا قد۔ چال پر ہنس بھی رشک کرے۔ چلے تو قیامت تعظیماً پیچھے پیچھے ہو لے۔ چہرہ جیسے بلند ہوتا سورج۔ آنکھیں قتل کا پیام۔ بولے تو جانو کسی نے ستار پر مدھر تانیں چھیڑ دی ہوں۔ مسکرائے تو قوسِ قزح کے رنگ بکھر بکھر جائیں۔ قہقہہ لگائے تو مندروں میں سُریلی گھنٹیاں بج اٹھیں۔ سیندور اور میدہ ملا کر بنائی گئی زندہ مورتی۔ بالی کے ہزاروں روپ تھے خلقت خدا بالی کے حسنِ جہاں سوز سے گھائل ہوئی جاتی۔ بالی مجسم حسن تھی اور اسی قدر کٹھور بھی۔ عشاق کو تڑپانا اور خاکستر کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ مطلع العنان ملکہ کی مانند وہ بازارِ حسن پہ حکومت کرتی۔ کسبیوں کے ٹھیکیدار، چوکیدار اس کے اشارۂ ابرو پہ مرنے مارنے کے لئے تیار ہوتے۔ وہ نواب شرافت کی ملازمت میں (رکھیل) تھی جو اُن دنوں مسلم لیگ کا صوبائی سربراہ اور ایجنٹ تو دی گورنر جنرل کی ناک کا بال تھا۔ بعض تھانیدار تو بالی کے ذریعے ہی ترقی حاصل کر سکے تھے اور وہ پسندیدہ تھانے کے لئے بھی بالی کا در پکڑ لیتے۔

نواب نے بالی کو ایک NGO کی سربراہی کے لئے کہا کہ نام بدل، برقعہ پہن،
وہ بی اماں کی طرح پردے میں سیاست کرنے لگے۔ مگر بالی روٹھ گئی۔
"نواب صاحب! آپ کی کنیز جسم بیچتی ہے ضمیر نہیں"۔

اقتباس از افسانہ: میت ناں پاٹ۔ مصنف آغا گل

حاصلِ مطالعہ

شائد کل تم جان سکو گے

محمد بشیر ہرل

میرے بچو گر تم مجھ کو
اکھڑی اکھڑی چال میں دیکھو
صبر کا دامن تھامے رکھنا
اُف نہ کہنا، غصے کا اظہار نہ کرنا

ہاتھ مرے گر کمزوری سے کانپ اٹھیں
تو مجھ کو نفرت سے مت تکنا
بھول نہ جانا، اِن ہاتھوں سے
جب تم کھانا میرے کپڑوں
میں تمہارا بوسہ لے کر

کپڑوں کی تبدیلی میں گر
مجھ کو سُست اور کاہل کہہ کر
بھول نہ جانا، کتنے شوق سے
اک اک دن میں دس دس بار

میرے یہ کمزور قدم
میرا ہاتھ پکڑ لینا تم
بھول نہ جانا، میری نگلی تھام کے تم نے
میری باہوں کے حلقے میں

جب میں باتیں کرتے کرتے
ٹوٹا ربط پکڑ نہ پاؤں،
آسانی سے سمجھ نہ پاؤں
اکتا کر، گھبرا کر مجھ کو
دل کے کانچ کو پتھر مار کے
بھول نہ جانا جب تم ننھے منے سے تھے
اور میں کتنی چاہت سے
جو کچھ دہرانے کو کہتے

اگر نہانے میں مجھ سے سستی ہو جائے
یہ نہ کہنا، آپ سے کتنی بُو آتی ہے
اور نہانے سے چڑتے تھے
چڑیا گھر لے جانے کا میں
کیسے کیسے حیلوں سے میں

میری کھانسی سُن کر، گر تم
مجھ کو تم جھڑکی نہ دینا،
جانے دن بھر کیا کیا کھاتی رہتی ہیں
بھول نہ جانا میں نے کتنی لمبی راتیں

بڑھاپے کے حال میں دیکھو
مشکل ماہ و سال میں دیکھو
کڑوا ہے یہ کھونٹ، پر چکھنا
میرے دل پر وار نہ کرنا

اور کھانا مجھ پر گر جائے
لہجے کو بیزار نہ کرنا
تم نے کھانا کھانا سیکھا
اور ہاتھوں پر مَل دیتے تھے
ہنس دیتی تھی

دیر لگا دوں، یا تھک جاؤں
اور مجھے بیمار نہ کرنا
تم کو رنگ برنگے کپڑے پہناتی تھی
بدلواتی تھی

گر جلدی جلدی اُٹھ نہ پائیں
تیز اپنی رفتار نہ کرنا
پاؤں پاؤں چلنا سیکھا
گرنا اور سنبھلنا سیکھا

رُک جاؤں، خود کو دہراؤں
یادِ ماضی میں کھو جاؤں
مجھ کو زمی سے سمجھانا، مجھ سے مت بے کار الجھنا
ڈانٹ نہ دینا
کرچی کرچی بانٹ نہ دینا
ایک کہانی سو سو بار سنا کرتے تھے
ہر بار سنایا کرتی تھی
میں دہرایا کرتی تھی

مجھ کو شرمندہ مت کرنا
بھول نہ جانا جب تم ننھے سے بچے تھے
تم کو نہلانے کی خاطر
تم سے جب وعدہ کرتی تھی
تم کو آمادہ کرتی تھی

سوتے سوتے جاگ اُٹھو تو
یہ نہ کہنا،
اور راتوں کو کُھوں کُھوں کر کے شور مچاتی رہتی ہیں
تم کو اپنی گود میں لے کر ٹہل ٹہل کر کاٹی ہیں

گر میں جلدی سمجھ نہ پاؤں
مجھ پر حیرت سے مت ہنسنا
مجھ کو کچھ مہلت دے دینا
بھول نہ جانا،
تم کو کیا کیا سکھلایا تھا
اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے

گر میں کھانا نہ کھاؤں تو
جس شے کو جی چاہے میرا
پرہیزوں کی آڑ میں ہر پل
کس کا فرض ہے مجھ کو رکھنا
آپس میں بے کار نہ لڑنا

گر میں اِک دن کہہ دُوں،
یونہی بوجھ بنی بیٹھی ہوں،
تو مجھ پر ناراض نہ ہونا
برسوں جیتے جیتے آخر
جب جیون کی روح تو رخصت
شائد کل تم جان سکو گے
گرچہ جیون کی اِس دوڑ میں
لیکن میرے دامن میں جو کچھ تھا

جب میں مر جاؤں تو مجھ کو
چپکے سے سرکا دینا
میرے پیارے رب سے کہنا
جیسے مرے بچپن میں اس نے

بھول نہ جانا میرے بچو
خون رگوں میں دوڑ رہا تھا
خیر تمہاری مانگی میں نے

وقت سے کچھ پیچھے رہ جاؤں
اور کوئی فقرہ نہ کسنا
شائد میں کچھ سیکھ ہی جاؤں
میں نے برسوں محنت کر کے
کھانا پینا، چلنا پھرنا، ملنا جلنا، لکھنا پڑھنا
اِس دنیا کی، آگے بڑھنا

تم مجھ کو مجبور نہ کرنا
اُس کو مجھ سے دُور نہ کرنا
میرا دِل رنجور نہ کرنا
اِس بارے میں آپس میں تم بحث نہ کرنا
جس کو کچھ مجبوری ہو، اُس بھائی پر،
الزام نہ دھرنا

اب جینے کی چاہ نہیں ہے
کوئی بھی ہمراہ نہیں ہے
جیون کا یہ راز سمجھنا
ایسے دن بھی آجاتے ہیں
ہو جاتی ہے، سانس کی ڈوری رہ جاتی ہے
اس ماں کو پہچان سکو گے
میں نے سب کچھ ہار دیا ہے
میں نے تم پر وار دیا ہے، تم کو سچا پیار دیا ہے

میرے پیارے رب کی جانب
اور دعا کی خاطر اپنے ہاتھ اُٹھا دینا
رحم ہماری ماں پر کر دے
مجھ کمزور کو پیار سے پالا

جب تک مجھ میں جان تھی باقی
دل سینے میں دھڑک رہا تھا
میرا ہر یک سانس دعا تھی

اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ
"تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے میں پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔ بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا، اور عاجزی اور محبت کو ساتھ ان کے سامنے اپنے کندھے جھکائے رکھنا، اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا (جس پیار سے) انھوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے" (سورۃ الاسراء، ۲۳۔۲۴)

ربِّ الرحمھُمَا کمَا ربّیانی صغیراً۔

اس لیے اس نظم میں ماں کے ساتھ باپ کو بھی شامل سمجھیں۔

گڑیا

حاصلِ مطالعہ — **محمد بشیر ہرل**

31.05.2016

اپنی بیٹی کی تھام کر انگلی
کینڈی لینے میں گھر سے نکلا تھا
ایک بچی نے راستہ روکا
ننھی بچی تھی پانچ سالوں کی
کھوئی سرخی تھی اُس کے گالوں کی
کالا چہرہ تھا، بال بکھرے تھے
اُس کے چہرے پہ سال بکھرے تھے
سوکھی سوکھی کلائی پر اُس نے
ایک چوڑی کہیں سے چھوٹی سی
جانے کیسے پھنسا کے پہنی تھی
پاؤں ننگے، قمیض میلی تھی
لٹکی گردن سے ایک تھیلی تھی
خالی خولی خلاسی آنکھیں تھیں
جیسے کالی بلاسی آنکھیں تھیں
جیسے چابی بھرا کھلونا ہو
جیسے بوڑھا سا کوئی بونا ہو
اُس نے کھولا ادا سے مٹھی کو
ننھی منی سی اُس ہتھیلی کو
میں نے دیکھا بڑی حقارت سے
ننھے ہونٹوں کی تھرتھراہٹ پہ
اک مشینی صدا کے جھٹکے تھے
"دس روپے کا سوال ہے بابا"

میں نے نفرت سے دیکھ کر اُس کو
ہاتھ جھٹکا کہ جان چھوڑ مری
وہ ہتھیلی وہیں پہ اٹکی تھی
وہ صدا بھی تھمی نہ اک پل کو
میری عادت ہے، پیشے والوں کو
اک روپیہ بھی میں نہیں دیتا
میں بھی ضدی تھا، وہ بھی ضدی تھی
میں نے دیکھا کہ اُس کے چہرے پر
مرتے بچپن کی ہلکی لالی تھی

اُس کے جملے کے سارے لفظوں میں
لفظ "بابا" ذرا سا بھاری تھا
دس روپے تو وہ تیز کہتی تھی
لفظ "بابا" پہ ہلکی اٹکی تھی
؟؟؟؟؟

"دس روپے کا سوال ہے بابا"
اس کے بابا نے اس کو سکھلایا؟
اس کی اماں نے اس کو رٹوایا؟
.دس روپے تو وہ تیز کہتی تھی
لفظ "بابا" پہ کیسی اٹکی تھی
؟؟؟؟؟

خالی خولی خلاسی آنکھوں نے
میرے چہرے کو غور سے دیکھا
اُس کے قاتل سپاٹ چہرے پر
ایک قاتل سی مسکراہٹ تھی
اُس کے ہاتھوں کی انگلیاں مُڑ کر
پھر سے مٹھی کی شکل میں آئیں
میں نے دیکھا تو اس کے ماتھے پر
اک "عبارت" رواں سی لکھی تھی
"دس روپے کو سنبھال تو بابا"

ساری قبروں پہ دستکیں دینا
کام رب نے مرا لگایا ہے
دیکھ، کس طرح آزمایا ہے
؟؟؟؟؟

"یہ جو بچپن کا ایک موسم ہے"
"سارے بچوں پہ کیوں نہیں آتا؟"
"سارے بچوں پہ کیوں نہیں آتا؟"
؟؟؟؟؟

حاصلِ مطالعہ

"ہری اوم"

اس عیدالضحیٰ کے تفریحی پروگرامز میں ایک ٹی وی پر ایک کورس گانا چلایا گیا جس میں پاکستانی گلوکار راحت فتح علی خان اپنے ہندوستانی ساتھیوں کے ہمراہ بہت فخر سے ،،ہری اوم،، گا رہا تھا۔آفرین ہے راحت تمھارے پاکستانی ہونے اور آفرین ہے اس ٹی وی پر۔ارے میاں ،اگر ہری اوم ہی گانا تھا تو اتنی مشکلات اٹھا کر پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی ۔یہ ٹی وی اڑھائی تین سال سے امن آشا جیسی تحریک اور چھوٹے استاد جیسے پروگرام چلا کر یہ چاہ رہا ہے کہ ہمارے نوجوان بھی شاہ رخ خان جیسے مسلمان بن جائیں جس کی بیوی ہندو ہے، بچے ہندو ہیں،اور جو خود روزانہ بتوں کی پوجا کرتا ہے۔ چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں تقسیم ہند سے قبل کی ایک تحریر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ایک انگریز دانشور نے قائداعظم سے سوال کیا،، جب آپ کہتے ہیں کہ کہ آپ مسلمان الگ قوم ہیں تو کیا آپ مذہب کے معنوں میں سوچ رہے ہوتے ہیں؟ اس پر قائداعظم نے فرمایا۔ "جزواً ،کاملاً ہرگز نہیں۔آپ یہ حقیقت کبھی نظرانداز نہ کریں کہ اسلام صرف نظام عبادت کا نام نہیں۔یہ تو ایک ایسا دین ہے جو اپنے پیروکاروں کو زندگی کا ایک حقیقت پسندانہ اور عملی نظام حیات دیتا ہے۔میں زندگی کے معنوں میں سوچ رہا ہوں۔میں زندگی کی ہر اہم چیز کے معنوں میں سوچ رہا ہوں ان تمام شعبوں میں ہمارا نقطہ نظر ہندوؤں کے مقابلہ میں انقلابی طور پر مختلف ہے بلکہ بسا اوقات متصادم بھی، ہماری اور ہندوؤں کی زندگی میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قدر مشترک ہو۔ہمارے نام، ہمارے لباس، ہماری خوراک ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ہم زندگی کے ہر مقام پر ایک دوسرے کے مقابل ہیں مثال کے طور پر ہر گائے کا ابدی مسئلہ۔ہم گائے کو کھاتے ہیں۔وہ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ایک ہزار سال سے یہ اختلافات جوں کے توں ہیں۔انگریز کی سامراجی سنگینوں سے بھی یہ اختلافات نہ مٹ سکے اور پورے یورپ کے روشن خیال۔لبرل اور سیکولر تصوارت بھی برصغیر میں برپا تہذیبی تصادم کو نہ مٹا سکے۔،، اگر ایک ٹی وی چینل اپنے مالی مفادات کے لئے یہ فاصلے مٹانے کے درپے ہے۔تو یاد رکھیں کہ پاکستانی قوم اپنی الگ شناخت اور اپنی اقدار پر فخر کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔

محمد بشیر ہول

0333-6517766

حاصلِ مطالعہ

(یہ ہوتی ہے فلاحی ریاست)

محمد بشیر ہرل

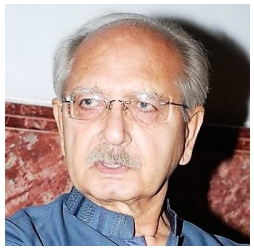

01.11.2011

معمر قذافی کے زیرِ صدارت

لیبیا کے متعلق وہ حقائق، جن کا بہت کم لوگوں کو علم ہے

۱۔ لیبیا میں بجلی ہر شہری کے لئے مفت تھی ۔بجلی کے استعمال کا کوئی بل نہیں آتا تھا۔

۲۔ بنکوں کے قرضہ پر کوئی سود نہیں تھا۔ بنک حکومت کی ملکیت تھے اور رعایا کو سب قرضے صفر شرح سود پر دیئے جاتے تھے۔

۳۔ رہائشی مکان لیبیا میں ہر شہری کا بنیادی حق تسلیم کیا جاتا تھا۔قذافی نے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک لیبیا کے ہر شہری کو گھر نہیں مل جاتا ،قذافی کے اپنے والدین کو مکان نہیں ملے گا۔ ان کے والد، والدہ، بیوی، اور قذافی خود، آخر تک خیمہ میں رہتے رہے۔

۴۔ ہر نویاہتا جوڑے کو اپنا پہلا مکان یا فلیٹ خرید کر زندگی شروع کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے ساٹھ ہزار دینار (تقریباً پچاس ہزار ڈالر یا تینتالیس لاکھ روپے) دئے جاتے تھے

۵۔ ہر بچہ کی پیدائش پر ماں کو حکومت کی طرف سے پانچ ہزار ڈالر (سوا چار لاکھ روپے) نقد ادا کئے جاتے تھے۔

۶۔ لیبیا میں تعلیم اور علاج مکمل طور پر مفت تھے۔ قذافی کے اقتدار سے پہلے شرح خواندگی ۲۵ فیصد تھی جو قذافی کے قتل کے وقت ۸۳ فیصد تھی۔

۷۔ لیبیا میں آبادی کا چوتھائی حصہ (۲۵ فیصد) یونیورسٹی گریجوایٹ ہو چکا تھا۔

۸۔ اگر کسی شہری کو اس کی خواہش کے مطابق تعلیم یا علاج لیبیا کے اندر میسر نہ ہوتا تو حکومت اس کو بیرونِ ملک تعلیم یا علاج کے لئے رقم مفت مہیا کرنے کے علاوہ رہائش اور کار کے لئے ۲،۳۰۰ ڈالر (دو لاکھ روپے) ماہانہ وظیفہ بھی دیتی۔

۹۔ اگر کوئی لیبیائی باشندہ زراعت کا پیشہ اپنانا چاہتا تو اس کو حکومت کی طرف سے زرعی زمین، فارم ہاؤس کی عمارت، زرعی آلات، بیج اور مویشی مفت دئے جاتے۔

۱۰۔ اگر کوئی شہری کار خریدنا چاہتا تو اس سے خراج (ٹیکس) وصول کرنے کی بجائے حکومت کار کی نصف قیمت خود اُس کو ادا کرتی۔

۱۱۔ لیبیا میں پٹرول کی قیمت، قذافی کے قتل کے وقت، ۱۵ سینٹ (۱۳ روپے) فی لیٹر تھی۔

۱۲۔ قذافی کے قتل کے وقت لیبیا میں ۱۵ سینٹ (۱۳ روپے) میں چالیس روٹیاں مل جاتی تھیں۔

۱۳۔ لیبیا پر کوئی غیر ملکی قرضہ نہیں تھا، بلکہ اس کے زرِ مبادلہ کے ذخائر ڈیڑھ سو ارب ڈالرز (۱۳ ہزار ارب روپے) تھے جو قذافی کے قتل کے وقت مغربی ممالک نے منجمد کروئے۔

۱۴۔ اگر کسی شہری کو تعلیم مکمل کرنے کے بعد موزوں روزگار نہ ملتا تو حکومت اُس وقت تک اس کی تعلیم و پیشہ کے مطابق تنخواہ اس کو دیتی رہتی جب تک اسے روزگار نہ مل جاتا۔

۱۵۔ اپنے شہریوں سے خراج (ٹیکس) وصول کرنے کی بجائے، حکومت ہر شہری کو اپنے تیل کی فروخت میں سے حصہ ادا کرتی، جو خود بخود ہر شہری کے بنک اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتا۔

۱۶۔ معمر قذافی (اب مرحوم) نے اپنے صحرائی ملک میں انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا دنیا کا عظیم ترین دریائی آبپاشی نظام قائم کیا جس سے اب ملک کے ہر حصہ میں پانی وافر دستیاب ہے۔

(یہ معلومات سری لنکا کے گارڈین اخبار کی ویب سائیٹ سے لی گئیں۔ http://www.srilankaguardian.org/2011/10/cost-of-killing-gaddafi.html)

۱۷۔ لیبیا میں روٹی پاکستانی پانچ پیسہ کی ملتی ہے جس سے ایک فیملی پیٹ بھر سکتی ہے۔

۱۸۔ قذافی نے ملک بھر میں چشموں کے پانی کو زیرِ زمین پائپوں کے ذریعہ ملا کر ملک بھر میں زیرِ زمین دریا کی طرح پھیلا دیا ہے۔

(آخری دو باتیں شیخ منصور احمد صاحب کی زبانی معلوم ہوئیں جو وہاں کنسٹرکشن بزنس میں تھے اور قذافی کے زوال و قتل کے بعد وہاں سے لوٹے۔)

اسی نظام کی، سُودی معیشت کے پجاری مغربی ممالک کو تکلیف تھی ۔لیکن اکتوبر ۲۰۱۱ء کے حملہ اور عراق کے صدام کی طرح معمر قذافی کے قتل کی وجہ لیبیا کا تیل ہے، کیونکہ واحد سپر پاور کی حیثیت حاصل ہو جانے کے بعد، دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک، دنیا بھر کے معدنی وسائل، بالخصوص تیل پر بلاشرکتِ غیرے تسلط قائم کرنے کی مسلسل کوشش میں دنیا کو تہہ و بالا کر رہا ہے۔ تیسری عالمی جنگ اِسی تیل کی بنیاد پر ہوتی نظر آتی ہے کیونکہ یہ لوگ چین اور روس کو بھی ان وسائل سے محروم رکھنے کیلئے کوشاں ہیں..... اور یہیں سے پٹاخہ چلے گا۔ کب؟ کون جانے؟

اس مطالعہ کے بعد مجھے عراق میں صدام کے فلاحی انتظامات پر منّی میاں طفیل محمد (سابق امیر جماعت اسلامی) کا ایک مضمون یاد آگیا جو روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا تھا جب بُش نے عراق پر پہلا حملہ کیا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس مضمون کے مطابق صدام نے بھی وسیع زرعی اور آبپاشی اصلاحات کے ذریعہ صحرا کو گلزار بنا دیا تھا، تیل کی دولت سے اپنے شہریوں کو مالا مال کر دیا تھا، اور سوائے (شائد) گوشت کے ہر بنیادی ضرورت حکومت مہیا کرتی تھی۔ اگر کسی دوست کے پاس وہ مضمون موجود ہو تو ضرور share کریں۔

حاصلِ مطالعہ

محمد بشیر ہرل

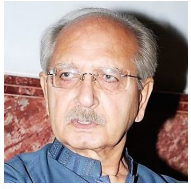

کیا ایک ہی علامہ اقبال کافی تھے؟

09.11.2010

ہم سب قدرت کے شکر گزار ہیں کہ اسلامیانِ ہند کو علامہ اقبال مرحوم جیسا مفکر نصیب ہوا، جنھیں اللہ تعالی نے تاریخ، فلسفہ، قرآن، مشرقی اور مغربی زبانوں، اصولِ دین، عمرانی اور فکری علوم، مشرقی اور مغربی تہذیبوں کے عروج و زوال کے گہرے مطالعہ کے علاوہ تجزیاتی اندازِ فکر، اور اپنے علم ومشاہدہ کی بنا پر مستقبل کی پیش بینی کا عظیم ملکہ ودیعت فرمایا، اور ایسی قدرتِ کلام سے نوازا کہ ہر کسی کے دل میں بات اترتی چلی گئی، قوم کے اندر اپنے ماضی کا احساس پیدا ہوا، بہتر مستقبل کی تڑپ پیدا ہوئی۔ اور بالآخر ہم ایک آزاد پاکستان کے مالک ہو گئے۔ **لیکن کیا بس ایک ہی علامہ اقبال کافی تھے؟** ان کی شخصیت کی تخلیق و تعمیر میں جو عوامل کارفرما تھے، کیا ہماری اولادوں میں سے کسی کو وہ عوامل اور تعلیم و تربیت میسر ہیں؟ آج بھی ایک بڑی تعداد میں نوجوان بار ایٹ لاء اور پی ایچ ڈی کر رہے ہیں لیکن کیا کسی کے سینے میں خیالات کا وہ طوفان موجزن نظر آتا ہے؟ کیا ہم پانچ سالہ بچے کو اُس متانت کے ساتھ نماز، قرآنِ پاک، فارسی، عربی، مغربی زبانوں، اور تاریخِ انسانی و تاریخِ اسلامی کا مطالعہ شروع کرواتے ہیں؟ کیا ہم ایسا استاد مہیا کرتے ہیں جو مولوی محمد حسن کی طرح حصولِ علم اور اخلاقی برتری کی لگن پیدا کر دے؟ علامہ کی سیرت کی تعمیر میں قرآنِ پاک بنیادی محرک تھا۔ یہ علامہ کی عمر کے پہلے پندرہ سال ہی تھے جنھوں نے ان کی شخصیت میں عمیق مطالعہ کا ذوق پیدا کیا جس کی بدولت گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے فلسفہ، لندن اور میونخ سے پی ایچ ڈی اور بار ایٹ لاء کے دوران مسلسل سوچ، تجزیہ اور موازنہ ان کی فطرتِ ثانیہ بن گیا۔ علامہ کی سوچ کے سوتے کبھی بند نہیں ہوئے۔ آخری سانس تک فکری ارتقاء کا عمل جاری رہا اور عملی نفاذ کی تڑپ میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا۔ کیا ہم اپنے بیٹے بیٹیوں اور پوتے پوتیوں میں اور مفکر پیدا کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں؟ یا محض نمائشی تعلیم اور مالی تفاخر کا سامان کرنے میں مصروف ہیں؟؟؟؟ ذرا سوچئے! والدین تو حضرت علامہ مرحوم کے بھی تعلیم یافتہ نہیں تھے اور نہ ہی مالی طور پر کوئی بہت بڑی حیثیت کے مالک تھے۔۔ بس اِک جذبہ ہی تھا!

(محمد بشیر ہرل)

حاصل مطالعہ

محمد بشیر ہرل

دوطرفہ تعلقات دوطرفہ مفادات

سابق وزیر خارجہ سے تین سوال اور ان کا جواب

(صاحبزادہ جنرل محمد یعقوب خان اب ۹۰ برس کے ہیں۔قیام پاکستان کے وقت گورنر جنرل کے بائی گارڈز میں افسر تھے۔فوج میں جرنیل کے عہدہ تک پہنچے۔
۸۰ کی دہائی میں وزیر خارجہ رہے، اس لئے ان کے تجزیہ کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ صاحبزادہ صاحب بالعموم امریکی نقطہ نظر کے حامی تصور کئے جاتے ہیں۔)

سوال: پاکستان کے سیاسی عدم استحکام کی وجہ؟

جواب: ہندوستان میں آزادی حاصل ہوتے ہی نہرو نے جاگیرداری کو جڑ سے اکھاڑ دیا اس طرح جاگیرداروں کی بجائے عوام الناس کو پارلیمنٹ میں بالادستی حاصل ہوگئی۔ پاکستان میں یہ نہ ہو سکا۔جمہوریت اور جاگیرداری متضاد ہیں۔یورپ کو ہی دیکھ لیں وہاں بھی جمہوریت اس وقت ہی جڑ پکڑ سکی جب جاگیرداری ختم کر دی گئی۔

سوال: پاکستان کے مفادات امریکہ کے ساتھ کب وابستہ ہوئے؟

جواب: فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو امریکہ نے دورے کی دعوت دی تو وہ جاتے ہوئے ترکی میں رکے۔وہاں فوج اور اسلحہ کے اعلیٰ معیار کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔وہیں انھیں مشورہ دیا گیا کہ ایسے فوائد حاصل کرنے کے لئے ہمیں بھی سیٹو میں شامل ہو جانا چاہیے۔امریکہ پہنچے تو وہاں انھیں یہ پیشکش کی گئی کہ فوج کو اسلحہ اور تربیت مہیا کر کے ساڑھے پانچ بہترین ڈویژن تیار کر دیں گے۔ایسے اور دیگر مفادات کو دیکھ کر ہی صدر ایوب نے امریکہ کے ساتھ معاہدے کئے،لیکن بعد میں ہندوستان کے ساتھ جنگ کے دوران 1965 میں فوجی امداد اس بنیاد پر بند کر دی گئی کہ ہم نے آپ کو اس لئے مضبوط نہیں کیا تھا کہ آپ ہندوستان سے بھڑ جائیں۔۱۹۸۰ کی دہائی میں بھی افغانستان میں اپنے مفادات کی وجہ سے امریکہ نے ہمیں فوجی امداد دی،لیکن جونہی ہم نے ایٹمی صلاحیت کا مظاہرہ کر دیا یہ امداد بہ یک قلم منسوخ کر دی گئی۔

سوال: تو امریکہ پاکستان کو بس اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتا ہے؟

جواب: یاد رکھنا چاہئے کہ بین الاقوامی دنیا میں یک طرفہ تعلقات کا کوئی تصور نہیں،لیکن ہم پاکستانی ایسی ہی محبت اور وفا کے طلبگار ہوتے ہیں۔ہمیں اسی وجہ سے امریکہ کے ساتھ روٹھنے ماننے کا احساس رہتا ہے۔ہمیں دوطرفہ مفادات پر مبنی تعلقات کے تصور کو سمجھنا چاہیے۔چنانچہ اگر ہم امریکی امداد پر انحصار جاری رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا ہوگا کہ اس کے ساتھ لازماً کچھ شرائط بھی ہوں گی۔اگر ہم فائدہ اٹھائیں گے تو وہ بھی برابر کا فائدہ حاصل کریں گے۔دنیا کے اکثر ممالک کے تعلقات اسی اصول پر مبنی ہیں۔ہمارے خطہ میں امریکہ کے مفادات ہیں،البتہ اب تک ہمارے مفادات اور امریکی مفادات کو ہم آہنگ نہیں کیا جا سکا۔یہی ہماری سفارتی صلاحیت کا امتحان ہے۔

(بہ شکریہ نیوز ویک پاکستان)

محمد بشیر ہرل
0333-6517766

Old Parent

A frail old man went to live with his son, daughter-in-law, and a four-year old grandson. The old man's hands trembled, his eyesight was blurred, and his step f...altered. The family ate together nightly at the dinner table. But the elderly grandfather's shaky hands and failing sight made eating rather difficult. Peas rolled off his spoon onto the floor. When he grasped the glass often milk spilled on the table cloth. The son and daughter-in-law became irritated with the mess. "We must do something about grandfather," said the son. I've had enough of his spilled milk, noisy eating, and food on the floor. So the husband and wife set a small table in the corner. There, grandfather ate alone while the rest of the family enjoyed dinner at the dinner table. Since grandfather had broken a dish or two, his food was served in a wooden bowl. Sometimes when the family glanced in grandfather's direction, he had a tear in his eye as he ate alone. Still, the only words the couple had for him were sharp admonitions when he dropped a fork or spilled food. The four-year-old watched it all in silence.

One evening before supper, the father noticed his son playing with wood scraps on the floor. He asked the child sweetly, "What are you making?" Just as sweetly, the boy responded, "Oh, I am making a little bowl for you and mama to eat your food from when I grow up." The four-year-old smiled and went back to work. The words so struck the parents that they were speechless. Then tears started to stream down their cheeks. Though no word was spoken, both knew what must be done. That evening the husband took grandfather's hand and gently led him back to the family table.

For the remainder of his days he ate every meal with the family. And for some reason, neither husband nor wife seemed to care any longer when a fork was dropped, milk spilled, or the tablecloth soiled. Children are remarkably perceptive. Their eyes ever observe, their ears ever listen, and their minds ever process the messages they absorb. If they see us patiently provide a happy home atmosphere for family members, they will imitate that attitude for the rest of their lives. The wise parent realizes that every day that building blocks are being laid for the child's future.

Take care of yourself ... and those you love ... today and every day. Do not forget that we are leaving a foot print for the young ones to follow us with examples!!!

A global attack on the global energy problem

Research on "NUCLEAR FUSION" is intensified

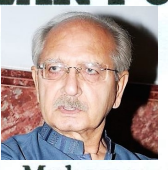

Contributed by Rtn. Muhammad Bashir Herl, PHF
President 1987-88, Rotary Club Faisalabad Janubi,
And Leader Group Study Exchange Team, May-June 2005

The recent special edition (December-06 to February-07) of "Newsweek" is dedicated to the problem and possible solutions of energy crisis. An article in this issue has reminded me the visit to an experimental Nuclear Fusion Reactor in California. Readers may be interested in the following excerpt for the sake of general knowledge.

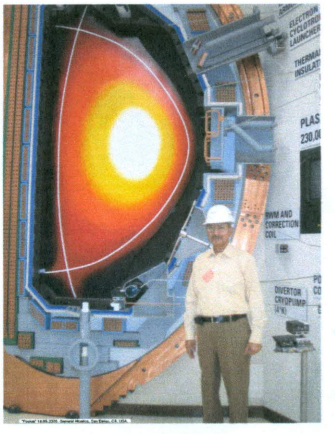

Nuclear fusion is seen by the scientists, since 1950s, as front running solution to meeting the world's energy needs in future. The industrialized countries have anticipated increase in their demand of energy and done everything they could in order to ensure a constant supply of oil. These measures have included invasion of Afghanistan to ensure an uninterrupted pipeline, killing hundreds of thousands of Iraqis by over 150,000 strong occupying army; and a projected 20% reduction in oil consumption. But the west is also concentrating on practical and viable alternatives for energy. In 2007, work will begin on International Thermonuclear Experimental Reactor (ITER); designed to settle once and for all **whether fusion can fulfill its potential as a limitless source of cheap, safe power**. More than 30 countries, including the United State, China, Russia and the nations of the European Union, representing more then half the world population, are contributing to ITER. The goal: a sustained reaction generating massive energy.

Success ? Nothing is guaranteed, but if it does work, the benefit to mankind will be immeasurable. Fusion's success can't be assured. Engineers must find the best way that not only generates such high temperatures but also contains the superheated plasma long enough for the reaction to occur. With the experimental reactors, they have attained the target temperatures and energy, but, have not been able yet to contain it for long enough. It may seem difficult, but it is possible. If you had shown pictures of a jumbo jet to the designer of the first airplanes, they would have laughed. This is a global attack on a global problem.

Basic principal: Rather than splitting atoms as in fission, the fusion is slamming particles together to unleash the energy that binds them, harnessing the forces that power the stars, including our sun.

Process & Materials: At the heart of ITER plant will stand a central chamber where atoms can be heated to temperatures of 100 million degrees Celsius to form plasma held in place by superconducting magnets. Raw materials required are lithium and deuterium, which are both plentiful. The lithium in single laptop battery and the deuterium in half a bathtub of water should be enough to meet the energy need of the average citizen of a developed nation for 30 years.

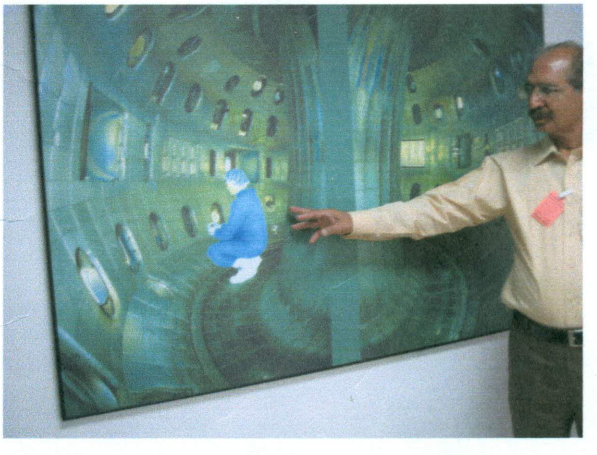

Safe: Unlike fission, fusion needs neither plutonium nor uranium, so there is no danger that it would be used to make nuclear weapon fuel, and there is no danger of a meltdown or run away reaction of the type that triggered the Chernobyl disaster: just shutdown the reactors and the process halts at once.

Site & cost: ITER is sited in France, and Japan gets a separate $1 billion center to research material that will be needed to build commercial fusion plants. The total cost could top $13 billions. But it is trivial when compared with a world energy market worth about $4 trillion.

ITER plants are an upscale version of the earlier experimental reactors, one of which I happened to visit in 2005 during my visit to California (photos).